# قوانفسکم و اھلیکم

# بچاؤ اپنے آپ کو

# اور

# اپنے گھر والوں کو

[حصہ دوم]

This Page is left intentionally blank

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اللھم ارنا الحق حقاً و رزقنا اتباعا و ارنا الباطل باطلاً و رزقنا اجتنابا

# تمہید

**دجال؛؛؛؛** وہ عظیم فتنہ جس سے ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا اور آخری امت ہونے کے ناتے اِس عظیم فتنے کا ظہور امتِ محمدی ﷺ کے حصہ میں ٹھہرا۔ دجال کی بحیثیت ایک شخصیت کے خروج سے پہلے اُس کو وہ میدان عمل چاہیے جس کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے مطابق وہ رزّاق؛ زندگی و موت کا مختار؛ جزا و سزا کا مالک؛ یہاں تک کہ آخر میں وہ ربّ ہونے کا دعوی کر سکے گا۔ ان تمام دعوں کی بنیاد وہ مادہ پرست نظام ہوں گے جو اِس آخر زمان میں لوگوں کی توجہ اور امیدوں کا محور ہوں گے۔

اور آج ہم اپنی آنکھوں سے ان نظاموں کا مشاہدہ کر رہے ہیں جن کے ذریعے ہمارا سارا توکل "مسبب الاسباب" سے ہٹ کر محض "اسباب" پر رہ گیا ہے۔ اِس تعلیمی نظام کے ذریعے آج علم کا حصول محض ایک فن کی صورت اختیار کر گیا ہے جس کا واحد مقصد اِس دنیا میں رزق کا حصول رہ گیا ہے [الا ما شا اللہ] اور عوام و خواص کے نظریہ کے مطابق اِس فن سے محرومی ہی ان کے رزق میں کمی کا باعث ہے۔ اِسی طرح میڈیکل سائنس کی ترقی نے انسان کی آنکھوں کو اتنا چندھیا دیا ہے کہ وہ آج اپنی ہر بیماری سے شفا کو صرف اُسی کا مرہونِ منت سمجھتا ہے اور اُس کے حصول کے لیے اپنی استطاعت سے بڑھ کر، مکلّف نہ ہونے کے باوجود، قرض یہاں تک کہ بھیک مانگنے سے بھی گریز نہیں کرتا اور اپنے وسائل کی کمی کو اپنی موت کا سبب گردانتا ہے۔ پھر وہ معاشی نظام جس کی بنیاد تخلیقِ زر اور سُود جیسے دو شیطانی اصولوں پر ہے۔ اور سب سے بڑھ کر وہ حکومتی نظام جس کے ذریعے ان تمام ذیلی نظاموں کا تحفظ اور وہ جزا و سزا کا نظام مادرِ وجود میں آیا جس نے آج عوام و خواص کو اللہ کے جزا و سزا کے نظام سے بے خوف کر دیا۔ یہ سارے نظام جس ہستی کو اپنے تمام تر وسائل پیش کریں گے تو آخر اِس دنیا میں اُس کو ربّ ہونے کے دعوے سے اور اکثریت کو اُس کے اِس دعوے کو قبول کرنے سے بھلا کون روکے گا۔

چونکہ ان تمام دجالی نظاموں کی بقا کا تعلق اُس حکومتی نظام سے ہے جس کو ہم آج جمہوریت کے نام سے پکارتے ہیں، تو اِس مختصر کتابچہ میں فقط اِسی نظام کے متعلق میں نے اپنا ذاتی نقطہ نظر بیان کیا ہے۔

مسلمان ممالک میں اِس دجالی حکومتی نظام کی بقا اِس نظام میں دینی طبقہ کی موجودگی ہے؛ جن کی وجہ سے مسلمان عوام کی اکثریت اِس نظام سے کراہت محسوس نہیں کرتی۔ اِس اظہار بیان سے مراد قطعی طور پر علمائے حق پر افترا پردازی نہیں ہے [اعوذ باللہ من ذالك] بلکہ بنی اسرائیل کی طرح ہماری امت میں بھی علماء کے دو طبقات موجود ہیں۔ طبقہ اول کے علماء جو اِس نظام کے حق میں نظر آتے ہیں میرا پختہ یقین ہے کہ ان کی اِس نظام میں شمولیت کسی قسم کی ذاتی و نفسانی خواہشات کا حصول نہیں، بلکہ اِس امت کے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش میں وہ یقیناً ایک اجر کے حقدار ہوں گے اور امت سے ایمان میں افضلیت کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث کے زیادہ مصداق ہیں؛

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**مومن آدمی بھولا بھالا** [دھوکہ کھانے والا] **اور شریف ہوتا ہے** اور فاسق انسان دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔ [مقصد یہ ہے کہ مومن عموماً دھوکہ کھا جاتا ہے اپنی سادگی کی بناء پر اور پھر دھوکہ کھانے پر جھگڑا نہیں کرتا کیونکہ وہ شریف بھی ہوتا ہے جبکہ فاسق وفاجر انسان دھوکہ باز بھی ہوتا ہے اور لڑائی جھگڑا کرنے والا بھی] [سنن ابوداؤد۔ جلد سوم۔ ادب کا بیان۔ حدیث ۱۳۸۷]

اِس نظام کے وظیفہ خواروں کی اِس نظام سے وفاداری اور ہمارے طبقہ اول کے علماء کی معصومیت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے طریقہ کار کی اعلیٰ ترین مثال مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ کی کتاب "عائلی قوانین اور اختلافی نوٹ" کے صفحہ نمبر ۲۹ تا ۳۶ کے مطالعے سے ہر ذی شعور مسلمان پر واضح ہو جائے گی۔

اور طبقہ دوم کے علماء وہ ہیں جن کی مثال قرآن کی مندرجہ ذیل آیت میں ہے؛

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَرِثُوا الۡكِتَابَ يَأۡخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الۡأَدۡنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغۡفَرُ لَنَا وَإِن يَأۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِثۡلُهُ يَأۡخُذُوهُ۔۔۔۔۔

[سورۃ الانعام؛ ۱۶۹] پھر ان کے بعد ناخلف ان کے قائم مقام ہوئے جو **کتاب کے وارث** بنے۔ یہ (بے تامل) اِس دنیائے دنی کا **مال و متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بخش دیئے جائیں گے**۔ اور (لوگ ایسوں پر طعن کرتے ہیں) اگر ان کے سامنے بھی ویسا ہی مال آجاتا ہے تو وہ بھی اُسے لے لیتے ہیں۔۔۔۔۔

# فہرست مضامین وسوالات


## کاوش نمبر ا؛ اصطلاحات کی حقیقت

سوال نمبر ا: اصطلاحات سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر ۲: کیا ایک ہی اصطلاح دو نظریات کی علم بردار ہو سکتی ہے یا کیا ایک نظریاتی اصطلاح کا غلط استعمال ممکن ہے؟

سوال نمبر ۳: عصر حاضر کی چند مشہور گمراہ کُن اصطلاحات کون سی ہیں؟

سوال نمبر ۴: کیا مغربی اصطلاحات کو "اسلامی" کا لاحقہ لگا کر کُلی یا جزوی طور پر اپنایا جاسکتا ہے؟

## کاوش نمبر ۲؛ نظام کی حقیقت

سوال نمبر ا: کیا کوئی نظام [حکومتی یا ذیلی] ہر قسم کے عقائد یا نظریات کی صفات سے عاری ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر ۲: کیا اسلامی معاشرتی، معاشی، سیاسی، تعلیمی، عدالتی وغیرہ جیسے نظام غیر اسلامی یا لا مذہب حکومتی نظام کے ماتحت ممکن ہیں؟

سوال نمبر ۳: کیا حکومتی نظام کا اسلام کے تابع ہونے کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے؟

سوال نمبر ۴: کیا اسلامی حکومتی نظام کے بغیر مکمل اسلام پر عمل درآمد ممکن ہے؟

سوال نمبر ۵: کیا حکمرانوں کا اسلامی معاشروں میں غیر اسلامی قوانین کا نفاذ کفر حقیقی ہے یا کفر مجازی؟

سوال نمبر ۶: کیا اسلامی معاشروں میں رہائش پذیر مسلمان اسلامی حکومتی نظام کی اقامت [قائم کرنا] کے مکلف ہیں؟

سوال نمبر ۷: میں کس حکومتی نظام کی صورت کا شکار ہوں؟

علمائے حق سے چند اہم ترین سوالات؛؛؛؛؛

## کاوش نمبر ۳؛ جمہوریت کی حقیقت

سوال نمبر ا: کیا جمہوریت ایک حکومتی نظام ہے یا محض طریقہ انتخاب؟

سوال نمبر ۲: کیا جمہوری نظام کا ووٹ اور اسلامی نظام کی بیعت مترادف ہیں؟

سوال نمبر ۳: کیا جمہوری طرز حکومت اسلام کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں ہے؟

سوال نمبر ۴: کیا لبرل مغربی جمہوریت کو اسلامی جمہوریت بنایا جاسکتا ہے؟

سوال نمبر ۵: جمہوری نظام میں قانون سازی کا دائرہ شریعت کے پابند ہونے سے کیا مراد ہے؟

## کاوش نمبر ۴:      آئین پاکستان کی حقیقت

سوال نمبر ا: کیا قرار داد مقاصد کی پاکستان کے آئین میں موجودگی آئین کے اسلامی ہونے کے لیے کافی ہے؟

سوال نمبر ۲: کیا پاکستان کے "اسلامی آئین" میں لبرل مغربی جمہوریت کے کچھ خصائص موجود ہیں؟

سوال نمبر ۳: کیا وفاقی شرعی عدالت آئین یا قوانین میں غیر اسلامی شقوں کے خاتمے کے لیے مئوثر ادارہ نہیں ہے؟

سوال نمبر ۴: کیا اسلامی احکام کا نفاذ آئین کے حصہ نہم کے مطابق حکومت کی آئینی ذمہ داری نہیں ہے؟

ان مضامین کے مندرجات سے جو حضرات متفق ہیں تو انشاءاللہ یہ ان کے یقین اور معلومات میں مزید اضافہ کا باعث بنے گا اور جو حضرات ان سے متفق نہیں ہیں امید ہے وہ اپنے اختلافی دلائل کی صحت کو جانچنے ؛ قلبی اطمینان کے حصول اور راقم کی اصلاح کے نظریہ سے ان تمام مضامین کا کم از کم ایک بار ضرور مطالعہ فرمائیں گے اور راقم کی اغلاط کو ضرور واضع کریں گے۔

لا الہ الا اللہ ؛ لا الہ الا اللہ ؛ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آلہٖ و صحبہٖ و بارك و سلم تسلیماً کثیرا کثیرا

والسلام و علیکم و رحمۃ اللہ

فرقان الدین احمد

furqanuddin@gmail.com

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اللھم ارنا الحق حقاً و رزقنا اتباعا و ارنا الباطل باطلاً و رزقنا اجتنابا

## سوال نمبر۱: اصطلاحات سے کیا مراد ہے؟

- وہ لفظ جس کے کوئی خاص معنی کسی علم یا فن وغیرہ کے ماہرین نے یا کسی جماعت نے مقرر کر لیے ہوں۔
- اصطلاح کسی قوم کا کسی شے کے نام پر اتفاق کر لینا ہے جو کہ اُس کے پہلے معنی، موضوع سے منتقل کر دے اور لغوی معنی کی بجائے کسی مناسبت کے باعث دوسرے معنی مراد لیے جائیں۔
- اصطلاح کسی متعین لفظ کو کہتے ہیں جو متعین کرنے والوں کے درمیان متعین معنوں میں استعمال ہوتی ہو۔

انگریزی میں اصطلاح کے لیے استعمال ہونے والا لفظ[TERM]ہے؛

- A word or phrase used to describe a thing or to express a concept, **especially in a particular kind of language or branch of study**:

## سوال نمبر۲: کیا ایک ہی اصطلاح دو نظریات کی علم بردار ہو سکتی ہے یا کیا ایک نظریاتی اصطلاح کا غلط استعمال ممکن ہے؟

کوئی اصطلاح مجرد[اکیلا، تنہا]لفظ نہیں ہوتی؛ ہر اصطلاح کا اپنا مخصوص فکری، علمی یا مذہبی پس منظر ہوتا ہے اور اُس کے معانی کا تعین اُس کے مخصوص پس منظر سے صرفِ نظر کر کے نہیں کیا جا سکتا؛ چنانچہ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ کوئی بھی اصطلاح غیر جانبدار نہیں ہوتی اور نہ ہی بیک وقت دو نظریات کی علم بردار ہو سکتی ہے۔ ہاں اصطلاحات کا غلط استعمال نہ صرف ممکن بلکہ موجودہ دور میں عروج پر ہے۔

موجودہ زمانہ کی بیشتر مغربی اصطلاحات کا مسلمان معاشروں میں عمومی استعمال نہ صرف معمول ہے بلکہ علمی بددیانتی کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے ایک مخصوص مفاد پرست طبقہ ان اصطلاحات کی گمراہی اور باطل نظریات کو شریعت کی خالص اور پاک اصطلاحات کے مترادف ٹھہراتے ہوئے ان کے بے دریغ استعمال سے بھی گریز نہیں کرتا۔

**سوال نمبر ۳:** عصر حاضر کی چند مشہور گمراہ کُن اصطلاحات کون سی ہیں؟

دور جدید کی بیشتر مغربی اصطلاحات کا تعلق یورپ کی تحریک نشاۃ ثانیہ [European Renaissance] کے دور یعنی چودھویں صدی عیسوی سے لے کر سترویں صدی عیسوی کے اوائل تک ہے؛ یہی وہ زمانہ ہے جب دین سے وابستہ ہر چیز سے بیزاری اور دوری اپنے عروج پر تھی اور ایک نئے حکومتی، معاشرتی، سماجی، سیاسی اور معاشی نظام کی داغ بیل ڈالنے کی لیے [جو مذہب کی چھاپ سے آزاد ہو] لازم تھا کہ ایسی نئی اصطلاحات کو متعارف کیا جائے جو ان تمام نظاموں کے لیے بنیادی اساس [جڑ، اصل] فراہم کر سکے۔

مندرجہ ذیل چند مغربی اصطلاحات اور ان کے مد مقابل اسلامی اصطلاحات اور ان کے مفہوم کا تذکرہ قارئین کو محض معاملہ کی سنگینی کے احساس کی نیت سے قلم بند کی گئی ہیں جو کہ ہماری سول سوسائیٹی؛ ماڈریٹ اسلام اور سیکولر اسلام کے علم بردار طبقہ کے عام استعمال میں ہیں اور ان کے ذریعے وہ نہ صرف عوام بلکہ ہمارے دینی طبقہ کو بھی بیوقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

## اَ۔ HUMAN BEING [ہیومن بینگ]

### مغربی نقطہ نظر:

ہیومن بینگ محض ایک لغوی لفظ نہیں کہ جس کا ترجمہ "انسان" کر کے اُسے جس معنی میں چاہے استعمال کر لیا جائے بلکہ یہ ایک مخصوص تہذیبی اقدار کی عکاس و علمی تاریخ سے **بر آمد ہونے والی ایک اصطلاح** ہے۔ اِس اصطلاح کا استعمال یورپ میں سولہویں صدی کے اواخر سے ہوا۔ ہیومن بینگ ایک تصور انفرادیت ہے جس کے مطابق **ایک فرد** ایک Self-Determined & Self-Governed Being [قائم بالذات اور خود مختار ہستی] ہے۔ اِس انفرادیت کی بنیاد عبدیت نہیں بلکہ آزادی یعنی بغاوت ہے، ہیومن بینگ خود اپنا رب ہوتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے اُسے کر گزرنے کا مکلف سمجھتا ہے۔ اِسی خود مختار ہستی کی حیثیت سے "ہیومن بینگ" وہ بنیادی اکائی [یونٹ] ہے جس کے تحت تمام نظاموں یعنی حکومتی، معاشرتی، معاشی، سیاسی وغیرہ کا **مقصد فقط اُس کے انفرادی حقوق اور لا محدود خواہشات کے حصول کا تحفظ ہے**۔

### اسلامی نقطہ نظر:

انسان اپنے رب کے ارادے کا مطیع ہوتا ہے اور اِس کائنات میں **اُس کا مقام اللہ کے عبد** اور زمین پر اُس کے خلیفہ کا ہے اور اِسی عبد کی حیثیت سے "انسان" وہ بنیادی اکائی [یونٹ] ہے جس کے تحت تمام نظاموں یعنی حکومتی، معاشرتی، معاشی، سیاسی وغیرہ کا **مقصد فقط اپنے رب کی اطاعت ہے**۔

## أ. HUMAN RIGHTS[حقوق انسانی]

### مغربی نقطہ نظر؛

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ کو "انسانی حقوق کا عالمی منشور" منظور کر کے اُس کا اعلانِ عام کیا جو ۳۰ دفعات پر مشتمل ہے؛ ان دفعات کا کل مَرکزِ نظر ایک ہیومن بینگ کے انفرادی مفادات کا تحفظ ہے؛ چونکہ اِس حقوق کے نظام کا مرکز نگاہ **دینے سے پہلے لینے** پر ہے اِسی لیے موجودہ معاشروں میں چہار سو مختلف طبقے اپنے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے باہم دست و گریبان نظر آتا ہے۔

### اسلامی نقطہ نظر؛

حقوق العباد کا جواز اور اِس کی ترتیب ارادہ خداوندی سے طے ہوتی ہے یعنی ایک انسان[عبد] کو کسی عمل کا حق ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کتاب و سنت سے ہوتا۔ حقوق العباد اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ وہ ذمہ داریاں ہیں جن کی ادائیگی کا وہ اِس دنیا میں مکلف ہے اور یہ حقوق کا نظام **لینے سے پہلے دینے** پر یقین رکھتا ہے؛ اور معاشرہ میں دوسروں کے حقوق کو اپنے حقوق پر فوقیت کا درس دیتا ہے، تو اپنے اصل میں یہ مغربی تصور حقوق انسانی کی ضد ہے۔

ہیومن رائٹس پر ایمان لانے کا تقاضا یہ مان لینا ہے کہ اسلام ہی واحد حق نہیں ہے بلکہ تمام مذاہب اور نظریہ ہائے زندگی بھی اتنے ہی حق پر مبنی ہیں جتنا اسلام۔ لہٰذا مسلمانوں کو اسلام کی دوسرے مذاہب اور نظام ہائے زندگی پر برتری کے دعوے سے دستبردار ہو جانا چاہیے اور خصوصاً اقامت دین کی کوششیں ترک کر دینی چاہیں کیونکہ اِسی مذہبی برتری کی سوچ کے نتیجے میں مذہبی انتہاپسندی کو فروغ ملتا ہے۔

## ب. FREEDOM[آزادی]

### مغربی نقطہ نظر؛

دورِ جدید کا مغربی نظریہ آزادی کا معنی ہر فرد کا **تعین خیر و شر کا حق**[Right to Define Good and Bad] یعنی یہ تصور کہ خیر کی تعریف کرنا ہر فرد کا انفرادی حق ہے۔

### اسلامی نقطہ نظر؛

مذہبی نقطہ نگاہ سے آزادی کا مطلب ہے ارادہ خداوندی کے مظہر تصورات **خیر و شر کو اپنانے کی صلاحیت**؛ اب وہ اِس آزادی کی صلاحیت کو استعمال کرتے ہوئے حق کو اختیار کر کے اپنے رب کا فرماں بردار بنے یا اُس کا انکار کر کے اُس کا باغی کہلائے۔

## ت. EQUALITY[مساوات]

### مغربی نقطہ نظر؛

دور جدید کا مغربی نظریہ مساوات کا معنی یہ ماننا ہے کہ چونکہ ہر فرد کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے لیے خیر و شر کا جو پیمانہ چاہے طے کرلے؛لہٰذا ہر شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ **دوسروں کے اِس مساوی حق** کو تسلیم کرے۔

### اسلامی نقطہ نظر؛

مذہبی نقطہ نگاہ سے مساوات کی تعلیم کا اہم مقصد اِس بات کو یقینی بنانا ہے کہ اُس کہ تمام ماننے والوں کو **باہمی طور پر یکساں حقوق** اِس طرح باہم پہنچائے جائیں کہ کسی بھی فرد کے ساتھ کسی معذوری و مجبوری، کسی نوعیت، مرد و عورت کے امتیاز یا چھوٹے بڑے کی بنیادوں پر دنیا کے کسی بھی ملک یا خطہ میں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہ برتا جائے۔ کسی کی صورت و شکل یا زبان وغیرہ کے بجائے مسلم معاشرہ کے فرد کو صرف اور صرف "تقوٰی" کی بنیاد پر امتیاز اور برتری کا تاج پہنایا جائے۔ دور جدید کا مغربی نظریہ مساوات کو اپنانے کا معنی ہے کہ **نظام ہدایت و رُشد کا رَدّ**؛یعنی اِس بات کا انکار کرنا کہ اللہ تعالٰی نے انسان کو خیر و شر بتانے کے لیے ہدایت کا کوئی سلسلہ انبیاء کرام کے ذریعے قائم کیا ہے۔

## اَ. TOLERANCE[رواداری]

### مغربی نقطہ نظر؛

دور جدید کا مغربی نظریہ رواداری کا مطلب یہ ہے کہ یہ مانا جائے کہ اِس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کی نگاہ میں خیر کا تصور کیا ہے؛ بلکہ اہم بات یہ ہے کہ فرد اِس بات کا قائل ہو کہ ذاتی زندگی میں اقدار [Values] کی جو بھی ترتیب ہو مگر معاشرتی سطح پر وہ اُس ترتیب کو قبول کرے گا جس میں آزادی کے اصول کو مقدم رکھا جائے گا۔

Tolerance کا مطلب اختلاف رائے کو برداشت کرنا نہیں بلکہ اُس کا مطلب **اقداری ترتیب کے فرق کو غیر اہم اور لایعنی سمجھنا** ہے۔

### اسلامی نقطہ نظر؛

مذہبی نقطہ نگاہ سے جدید مغربی نظریہ رواداری کا معنی ہے، **نہی عن المنکر کا رَدّ**؛یعنی جب مان لیا کہ خیر و شر کا تعین فرد کا حق ہے؛ نیز تمام تصورات خیر مساوی ہیں تو یہ ماننا بھی لازم ہے کہ اول تو برائی کوئی شے ہی نہیں اور اگر مجھے کوئی عمل اپنے تصور خیر کے مطابق برائی نظر بھی آتا ہے تو میں اُس کو برداشت کروں نہ یہ کہ اُسے روکنے کی فکر اور تدبیر کرنے لگوں۔

**سوال نمبر ۴:** کیا مغربی اصطلاحات کو "اسلامی" کا لاحقہ لگا کر کُلی یا جزوی طور پر اپنایا جا سکتا ہے؟

اِس سے زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ چونکہ ہر اصطلاح کسی فکری، علمی یا مذہبی پس منظر کی علم بردار ہوتی ہے تو **"دین اسلام کی کس فکری؛ علمی یا مذہبی کمی کو ان مغربی اصطلاحات کے ذریعہ مکمل کیا جارہا ہے؟"**۔ حکومتی نظام سے متعلق مندرجہ ذیل چند مشہور

مغربی اصطلاحات جن کو "اسلامی" لاحقہ پہنانے کے بعد مسلمان معاشروں میں بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے اور ان کی مدمقابل اسلامی اصطلاحات بھی میرے ذاتی تجزیہ کے ساتھ قارئین کے پیش خدمت ہیں۔

معاملہ کی شفافیت اور سنگینی کو برقرار رکھنے کی نیت سے تمام مغربی اصطلاحات کو بغیر اردو ترجمہ کے قلم بند کیا گیا ہے۔

1. Democracy [جمہوریت]

Is a system of government in which the **citizens exercise power** directly or elect representatives from among themselves to form a governing body, such as a parliament. Democracy is sometimes referred to as "rule of the majority". Democracy is a system of processing conflicts in **which outcomes depend on what participants do** but no single force controls what occurs and its outcomes. (https://en.wikipedia.org/wiki/Democracy)

أ. خلافت

- "امامت (اسلامی حکومت) بنائی جاتی ہے نبی ﷺ کی نیابت کے لیے **دین اسلام کی حفاظت کرنے اور دنیا کا نظم و نسق چلانے اور اُس کی اصلاح کرنے میں**" (امام ابوالحسن ماوردی رحمہ اللہ متوفی ۴۵۰ھ؛ الاحکام السلطانیہ صفحہ ۵، اسلامی سیاست صفحہ ۱۱۰)
- "وہ عمومی ریاست جو **دینی اور دنیوی امور میں نبی ﷺ کی نیابت** میں کام کرتی ہو" (ابن عابدین شامی رحمہ اللہ حنفی)
- "خلافت وہ عمومی ریاست ہے **جو اقامت دین کی جانب عملاً متوجہ رہتی ہو**" (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ)

ان دونوں اصطلاحات کے مطالب سے یہ واضح ہے کہ دونوں کا تعلق طرز حکومت سے ہے بجز اس فرق کہ کے خلافت اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے تابع ہوتے ہوئے ایک دینی مقصد کے حصول کو نصب العین بناتی ہیں جبکہ جمہوریت اکثریت کے تابع ہوتے ہوئے اپنی مقصدیت فقط اکثریت کی خواہشات کے حصول کو ٹھہراتی ہے۔ اُس سے یہ ثابت ہوا کہ جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنے کے لیے لازم ہے کہ اُس کے دونوں بنیادی اصولوں کو خلافت کے اصولوں سے بدل دیا جائے اور اگر بالفرض محال ایسا کر بھی دیا جائے تو آخر ایسی کون سی مجبوری ہے کہ اس کو پھر بھی خلافت کے بجائے جمہوریت کی اصطلاح کے تابع رکھا جائے۔

2. Constitution [آئین]

A constitution is a **set of fundamental principles or established precedents** according to which a state or other organization is governed. These rules together make up, ***i.e. constitute***, what the entity is. When these principles are written down into a single document or set of legal documents, those documents may be said to embody a written constitution; if they are written down in a single comprehensive document, it is said to embody a codified constitution. Some constitutions (such as the constitution of the United Kingdom) are uncodified, but written in numerous fundamental Acts of a legislature, court cases or treaties. (https://en.wikipedia.org/wiki/Constitution)

## ب. شریعہ

- "شریعت سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے **بطور ضابطہ حیات جاری فرمائے ہیں**۔" [عبد القادر الرازی، مختار الصحاح: ۴۷۳]

اِس سے معلوم ہوا کہ شرع اور شریعت سے مراد دین کے وہ معاملات و احکامات ہیں جو اللہ نے بندوں کے لئے بیان فرمادیے اور جو حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ ضابطہ حیات سے ثابت ہیں۔ شریعت سے اوامر و نواہی، حلال و حرام، فرض، واجب، مستحب، مکروہ، جائز و ناجائز اور سزا و جزا کا **ایک جامع نظام استوار ہوتا ہے**۔ شریعت ثواب و عذاب، حساب و کتاب کا علم ہے۔ شریعت کے اعمال دین کے اندر ظاہری ڈھانچے اور جسم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان دونوں اصطلاحات کے مطالب سے یہ واضح ہے کہ دونوں کا تعلق اجتماعی نظام سے ہے بجز اِس فرق کہ کہ شریعت کا ماخذ قرآن اور حدیث ہیں جبکہ آئین کا ماخذ ایک خاص علاقہ یا قوم کا اجتماعی فیصلہ اور اختیار ہے۔ اگر کوئی قوم اجتماعی طور پر **قرآن اور حدیث کو اپنے ہر معاملے میں جزوی نہیں بلکہ کُلی فیصلہ کا اختیار سپرد کر دے** تو ایسے نظام حکومت کو نظام شریعت کا خطاب دیں گے وگرنہ وہ آئینی نظام حکومت کہلائے گا۔ اِس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ دونوں اصطلاحات اپنے اصل معنوں میں مترادف کے طور پر کبھی بھی استعمال نہیں ہوسکتیں اور ایک اصطلاح دوسری اصطلاح کی غیر موجودگی میں ہی استعمال ہوسکتی ہے بیک وقت نہیں۔ چنانچہ کوئی نظام حکومت یا تو شرعی ہوسکتا ہے یا آئینی [بمعنی غیر شرعی]؛ جزوی طور پر بھی فیصلہ کا اختیار شریعت کے علاوہ کسی اور کے حق میں ماننے سے کل نظام غیر شرعی ہوجاتا ہے۔

3. Derived Law [وضعی قانون]

**Law is a system of rules** that are enforced through social institutions **to govern behavior**. Laws can be made by a collective legislature or by a single legislator, resulting in statutes, by the executive through decrees and regulations, or by judges through binding precedent, normally in common law jurisdictions. Private individuals can create legally binding contracts, including arbitration agreements that may elect to accept alternative arbitration to the normal court process. The formation of laws themselves may be influenced by a constitution, written or tacit, and the rights encoded therein. **The law shapes politics, economics, history and society** in various ways and serves as a mediator of relations between people. (https://en.wikipedia.org/wiki/Law)

## ت. فقہ

- انسان کو جو جو اعمال ضروری ہیں اور جن جن سے بچنا ضروری ہے ان کے جاننے کا نام فقہ ہے [امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ]۔
- ایسے احکام کے جاننے کا نام فقہ ہے جو کہ قرآن و حدیث سے حاصل ہوتے ہوں [امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ]۔
- ذیل میں دی گئی فقہ کی یہ تعریف خیر القرون کے بعد کے علماء نے پیش کی ہے؛

علم فقہ، شریعت کے **ان فروعی احکام کے علم کا نام ہے جن کا تعلق بندوں کے افعال سے ہے** مثلاً ان کی عبادات و معاملات، ان کے خاندانی تعلقات، دین کے حق میں ان کی زیادتیاں، زمانہ امن و جنگ میں مسلمانوں کے اپنوں اور غیروں سے تعلقات وغیرہ۔ پھر ان افعال کے بارے میں اُس حکم کا علم

کہ یہ واجب ہیں یا حرام، مندوب ہیں یا مکروہ یا مباح یا یہ کہ وہ صحیح ہیں یا غلط و فاسد وغیرہ۔ اِس علم کی اٹھان ان تفصیلی دلائل پر ہی ہو گی جو کتاب و سنت اور دیگر معتبر دلائل سے ماخوذ ہوں۔

کسی بھی لبرل معاشرے یا ایسا معاشرہ جس کے بنیادی اصول آئین میں باہم اتفاق رائے سے طے کیے گے ہوں؛ اُس میں کوئی قانون بھی وضع کرنے کا واحد اصول اُس قانون کا آئین کے ان متفق علیہ بنیادی اصولوں کے موافق ہونا ہے۔ اِس اصول پر مبنی قوانین کا بنیادی مقصد لوگوں کے اُن انفرادی اور اجتماعی حقوق کی پاسداری ہے جن حقوق پر آئین میں اکثریتی جماعتوں کا اتفاق موجود ہے۔ غرض کہ **قوانین کسی بھی معاشرہ میں اُس کے متفق الیہ بنیادی اصولوں کے مظہر ہوتے ہیں۔** چنانچہ اگر کسی معاشرہ کی اکثریت شریعت کو اپنے بنیادی اصول کے طور پر اپنا لے تو یہ قوانین شریعت کا مظہر ہوں گے اور ان کو فقہ کے نام سے تعبیر کریں گے جن کا ماخذ قرآن اور سنت ہو گا۔ اِس صورت میں ہر قانون کا جواز کسی شرعی دلیل کی بنیاد پر ہو گا نہ کہ کسی قانون کا بظاہر قرآن و سنت سے مخالف نہ ہونا۔

4. Ruling [قطعی رائے، فیصلہ]

A **judicial or administrative interpretation** of a provision of a statute, order, regulation, or ordinance. The judicial **determination of matters** before the court such as the admissibility of evidence or the granting of a motion, which is an application for an order. (http://legal-dictionary.thefreedictionary.com/ruling)

An **official or authoritative decision**, decree, statement, or interpretation (as by a judge on a point of law). (http://www.merriam-webster.com/dictionary/ruling)

An **authoritative decision**, as one by a judge on a debated point of law. (http://www.thefreedictionary.com/ruling)

## ث. فتویٰ

- شریعت کی اصطلاح میں زندگی کے کسی بھی شعبہ سے متعلق پیش آمدہ مسائل میں دینی رہنمائی کا نام فتویٰ ہے، بالفاظِ دیگر کسی بھی مسلمان کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو تو اُس کے استفسار پر قرآن و حدیث اور ان سے اخذ کیے ہوئے اصول و تشریحات کی روشنی میں علمائے دین اور مفتیانِ کرام **جو حکم شرعی بتاتے ہیں**، اُسی کا نام "فتویٰ" ہے۔
- زمانے کی تبدیلی، احوال کے فرق اور ضرورتوں اور تقاضوں کے تحت آنے والے نت نئے پیچیدہ مسائل کو **فقہی اُصول و ضوابط کی روشنی میں حل کرنے کا نام** "فتویٰ" ہے۔
- ڈاکٹر شیخ حسین ملّاح نے فتویٰ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے؛ پیش آمدہ واقعات کے بارے میں دریافت کرنے والے کو **دلیل شرعی کے ذریعہ اللہ تعالی کے حکم کے بارے میں خبر** دینے کا نام "فتویٰ" ہے۔

آئینی نظام میں عدالت کا جج کسی بھی قانون میں موجود ابہام یا حالات وواقعات کے تناظر میں پہلے سے موجود قانون کی جو تشریح کرتا ہے اور اُس کے مطابق جو فیصلہ صادر فرماتا ہے اُس کو انگلش میں "Ruling" اور عربی میں "فتویٰ" کہتے ہیں۔ اِس فیصلہ یا فتویٰ کا اطلاق اور اِس کی پاسداری کرنا ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسلامی نظام میں کسی بھی عدالت کا جج مفتی کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہے کہ "**قاضی تین قسم کے ہیں**۔ ایک قسم جنت میں جائے گی اور دو قسمیں جہنم میں جائیں گی۔ پس جو جنت میں جائے گی وہ قاضی جنہوں نے حق پہچانا اور اُسی کے مطابق فیصلہ کیا اور وہ قاضی جو حق کو پہچاننے کے باوجود فیصلہ میں ظلم کرے وہ جہنم میں جائے گا اور وہ قاضی جس نے لوگوں کی لئے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ بھی جہنم میں جائے گا"[سنن ابوداؤد۔ جلد سوم۔ فیصلوں کا بیان۔ حدیث ۱۸۰]۔ علمائے اسلام کا اِس حدیث میں **"حق"** کے بارے میں مطلق اجماع ہے کہ اِس سے مراد شریعت کا علم ہے نہ کہ آئینی نظام کے تحت وضع شدہ قوانین کا علم۔

5. Legal or Lawful [قانونی]

**Allowable or enforceable** by being in conformity with the law of the land and the public policy; not condemned as illegal. (http://www.businessdictionary.com/definition/legal.html)

Conforming to the law; required or permitted by law; **not forbidden** by law. (http://legal-dictionary.thefreedictionary.com/legal)

ج. حلال یا مباح

**حلال**؛ جس پر عمل کرنے میں کوئی گناہ نہ ہو اِسی طرح اُس کے ترک کرنے پر گناہ نہ ہو، لیکن اگر اِس حلال فعل کو سر انجام دینے میں اللہ تعالی کی اطاعت پر تقویت حاصل کرنا مقصد ہو تو اِس نیت کی رو سے اُسے ثواب ملے گا۔ حلال وہی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے حلال کیا۔

**مباح**؛ جس کام کا کرنا اور نہ کرنا دونوں حکم کے اعتبار سے برابر ہوں یعنی اُس کے کرنے میں نہ ثواب ہے اور نہ ہی ترک میں کوئی گناہ۔ اشیا میں اصل حکم اباحت ہی کا ہے[رد المختار، قواعد الفقہ]

جمہوری آئینی نظام چونکہ اکثریت کی رائے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اِس لیے اِس میں کسی **عمل یا اشیاء کے قانونی ہونے کا دارومدار افراد کے باہمی رضامندی پر ہوتا ہے** اور انہی اصولوں کے تابع ہوتا ہے جن اصولوں پر آئین کی بنیاد ہوتی ہے۔ اِسی اصول کے تحت جمہوریت نے ہم جنس پرستی، سود، شراب، موسیقی، فحاشی کی اشاعت وغیرہ جیسے لاتعداد محرمات اور منکرات کو قانونی قرار دے دیا ہے اور اِس کے برعکس اگر کسی معاشرہ میں کسی بھی عمل یا شے کا قانونی ہونے کا جواز شریعت کی بنیاد پر ہو تو اُسی قانونی عمل یا شے کو اسلامی اصطلاح میں حلال یا مباح کہا جائے گا۔

6. Illegal or Un-Lawful [غیر قانونی]

**Not authorized** by law; **Illicit**; **unlawful**; contrary to law. Sometimes this term means merely that which lacks authority of or support from law; but more frequently it imports a violation. (http://thelawdictionary.org/illegal/)

### ح. حرام، مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی

**حرام**؛وہ ہے جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اِس کا منکر کافر ہے اور بلا عذر اِس کا مرتکب فاسق اور مستحق عذاب ہے۔

**مکروہ تحریمی**؛وہ ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو بلا عذر اِس کا مرتکب گناہگار اور عذاب کا مستحق ہے، اور اِس کا منکر فاسق ہے۔

**مکروہ تنزیہی**؛وہ ہے جس کے ترک (چھوڑنے) میں ثواب اور کرنے میں عذاب نہیں؛ مگر ایک قسم کی قباحت (برائی) ہے۔

جمہوری آئینی نظام میں جس طرح کسی قانونی عمل یا شے کا دارومدار اکثریت کی رائے کی بنیاد پر ہے اسی طرح غیر قانونی کا معیار بھی اکثریت کی رائے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور انہی اصولوں کے تابع ہوتا ہے جن اصولوں پر آئین کی بنیاد ہوتی ہے۔ اِسی اصول کے تحت جمہوریت نے حدود کا نفاذ، جہاد، اذان، حجاب، توہین رسالت کی سزا، قانونی بلوغت سے پہلے تبدیلی مذہب یعنی مسلمان ہونے کو باطل قرار دینا وغیرہ جیسے لاتعداد فرائض وواجبات کو غیر قانونی قرار دے دیا ہے اور اِس کے برعکس اگر کسی معاشرہ میں کسی بھی عمل یا شے کے غیر قانونی ہونے کا جواز شریعت کی بنیاد پر ہو تو اِسی غیر قانونی عمل یا شے کو اسلامی اصطلاح میں حرام، مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی کہا جائے گا۔

7. Legal Duty or Legal Obligation [قانونی فرض یا قانونی فریضہ]

**Obligation arising from operation of law**, a breach of which would constitute a legal wrong (illegality). (http://www.businessdictionary.com/definition/legal-duty.html)

The **requirement to do** what is imposed by law, promise, or contract; a duty. In its general and most extensive sense, obligation is synonymous with duty. In a more technical meaning, it is a tie which binds us to pay or to do something agreeably to the laws and customs of the country in which the obligation is made.
(http://www.lectlaw.com/def2/o001.htm)

### اَ. فرض، واجب

**فرض یا واجب** {جمہور کے مطابق}؛ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، یعنی اُس کے ثبوت میں شک وشبہ نہ ہو، مثلاً قرآن وحدیث صحیحہ سے ثابت ہو، بلا عذر اُس کا تارک فاسق اور عذاب کا مستحق ہے اور اُس کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے، چاہے اِس پر عمل نہ کرے۔

**واجب**[حنفیہ کے مطابق]؛وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اُس کا تارک عذاب کا مستحق ہے،اُس کے وجوب کا منکر فاسق ہے کافر نہیں۔

جمہوری آئینی نظام میں حکومتی اداروں[عدالتیں، پولیس، فوج وغیرہ]کے ارکان کا قانونی فرض یا قانونی فریضہ ہوتا ہے کہ جو عمل یا شے قانونی قرار دیا جا چکا اُس کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور اِسی طرح جو عمل یا شے غیر قانونی قرار دیا جا چکا اُس کے خلاف ہر قسم کی کاروائی کو یقینی بنایا جائے۔ اِسی قانونی فریضہ کی ادائیگی کے تحت قحبہ خانوں، شراب خانوں، سینما گھروں، سود، ہم جنس پرستی وغیرہ جیسے لاتعداد عمل اور اشیا جن کو اگرچہ اسلامی شریعت نے حرام، مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی قرار دیا ہو مگر قانونی قرار دیے جانے کے سبب ان کو بزور طاقت تحفظ فراہم کیا جاتا ہے اور اِس کے مقابل حدود کے نفاذ، جہاد، اذان، حجاب، توہین رسالت کی سزا، قانونی بلوغت سے پہلے تبدیلی مذہب یعنی مسلمان ہونے کو باطل قرار دینا وغیرہ جیسے لاتعداد عمل اور اشیا جن کو اسلامی شریعت فرض، واجب، حلال یا مباح قرار دے چکی ہو ان کو غیر قانونی قرار دیے جانے کے سبب ان میں ملوث افراد کی بیخ کنی بھی اِسی قانونی فریضہ کا جزء ہے۔

ان مغربی اور اسلامی اصطلاحات کے تقابلی جائزہ سے ایک خوفناک حقیقت کا احساس دل میں اجاگر ہوتا ہے کہ کہیں ہم اپنی سادہ لوحی، جہالت، دین سے دوری یا نفسانی خواہشات کے غلبہ کے تحت دین اسلام کے بجائے دین جمہوریت کے علم بردار تو نہیں ہیں اور کہیں قرآن کی اِس آیت میں بیان کی گئی وعید کے مستحق تو نہیں ہو رہے؛

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ [سورۃ آل عمران؛۸۵] اور جو شخص **اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا** وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔

لا الہ الا اللہ؛ لا الہ الا اللہ؛ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الٰہ و صحبہٖ و بارك و سلم تسلیماً کثیرا کثیرا

والسلام وعلیکم و رحمۃ اللہ

فرقان الدین احمد

furqanuddin@gmail.com

خصوصی نوٹ؛ معزز قاری انتہائی ادب سے آپ سے مندرجہ ذیل گزارشات ہیں؛

۱۔ اگر آپ اس مضمون کے مندرجات سے متفق ہیں تو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب تک پہنچانے کا فریضہ ادا کریں تا کہ اس نازک مسئلہ میں لاعلمی کہیں ہمیں آخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل نہ کر دے۔

۲۔ اگر آپ اس مضمون کے مندرجات سے متفق نہیں ہیں تو راقم کی اصلاح فرمائیے اور اس مضمون میں موجود غلطیوں کی نشاندہی فرما کر راقم پر احسان عظیم فرمائیے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اللھم ارنا الحق حقاً و رزقنا اتباعا و ارنا الباطل باطلاً و رزقنا اجتنابا

**سوال نمبر ۱:** کیا کوئی نظام [حکومتی یا ذیلی] ہر قسم کے عقائد یا نظریات کی صفات سے عاری ہو سکتا ہے؟

اِس سوال کو اٹھانے والوں کی مثال جہم بن صفوان اور اُس کے ہم عقیدہ لوگوں جیسی ہے جنہوں نے اپنے تئیں سرے سے ہی اللہ کی صفات کا انکار کر دیا اور کہا کہ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کی جائے؛ صفات کے اثبات کی صورت میں توحید ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور متعدد خداؤں کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ جیسے جہم کا یہ قول باطل تھا اور کوئی ذات صفات سے عاری نہیں ہو سکتی اِسی طرح کوئی بھی نظام [حکومتی یا اُس کا ذیلی] جو بذات خود محض ایک صفاتی وجود رکھتا ہے اُس کا کسی بھی عقیدہ یا نظریہ سے خالی ہونا ناممکن ہے؛ ذہنی طور پر اگرچہ ممکن ہو لیکن ذہن کا کیا ہے وہ تو محال چیزوں کو بھی فرض کر لیتا ہے۔

**سوال نمبر ۲:** کیا اسلامی معاشرتی، معاشی، سیاسی، تعلیمی، عدالتی وغیرہ جیسے نظام غیر اسلامی یا لا مذہب حکومتی نظام کے ماتحت ممکن ہیں؟

ہر حکومتی نظام کسی مخصوص مجموعہ عقائد یا نظریات کا علم بردار ہوتا ہے اور اپنے ذیلی نظاموں یعنی معاشرتی، معاشی، سیاسی، تعلیمی، عدالتی وغیرہ کے ذریعے ان عقائد و نظریات کو عملی شکل میں نافذ کرنے میں کوشاں ہوتا ہے۔ جس طرح اسلامی حکومتی نظام اپنے ذیلی نظاموں میں انہیں عقائد اور نظریات کو تحفظ دے گا جس کا وہ علم بردار ہے اِسی طرح غیر اسلامی یا لا مذہب حکومتی نظام بھی اپنے ذیلی نظاموں میں اسلامی عقائد و نظریات کی صرف اُس شکل کو برداشت کرے گا جو اُس کے اپنے وجود کے لیے خطرہ نہ ہوں۔

کسی غیر اسلامی حکومتی کے ماتحت ذیلی اسلامی نظاموں کا نظریہ مباحث کا مرکز نظر تو ہو سکتا ہے اور شاید اِس نظریہ کا قائل اپنی چرب زبانی کے باعث اپنے مخالف کو زچ بھی کر لے مگر اپنی حقیقت میں اُسی طرح بے معنی ہے جس طرح کسی نظام کا عقیدہ یا نظریات سے عاری ہونا۔

**سوال نمبر۳:** کیا حکومتی نظام کا اسلام کے تابع ہونے کا عقیدہ ضروریاتِ دین[۱] میں سے ہے؟

چونکہ ضروریاتِ دین سے مراد وہ **تمام قطعی اور یقینی امورِ دین مراد ہیں** جن کا دینِ رسول ﷺ سے ہونا **قطعی طور پر معلوم** ہو تو حکومتی نظام کا اسلام کے تابع ہونے پر دلائل قرآن اور حدیث میں اِس تواتر سے بیان ہوئے ہیں کہ یہ مضمون ان کے مکمل احاطہ کا متحمل نہیں ہو سکتا؛ لیکن کسی بھی صحیح عقل و سلیم فطرت انسان کے لیے قرآن کی یہی آیت کافی ہے؛

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ [سورة الانبياء؛ ۲۲] اگر آسمان اور زمین میں **خدا کے سوا اور معبود ہوتے** تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں خدائے مالک عرش ان سے پاک ہے۔

زمین اور آسمان دونوں کا امن؛ سلامتی؛ سکون اور مکمل ہم آہنگی کا تصور فقط اِس نقطہ میں پنہاں ہے کہ اِس کائنات میں کُل اور واحد حق کا ماخذ اللہ سبحان و تعالٰی کو مانا جائے؛ چنانچہ جب بھی انسان اُس کے عطا کیے ہوئے نظام کے علاوہ کسی دوسرے نظام کو حق تصور کرے گا تو اُس کا لازمی نتیجہ زمین پر فساد کی صورت میں ہو گا۔

اور اِس کے مدمقابل یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ نے انسان کو کوئی نظام عطا ہی نہیں کیا ہے اتنا لغو، بے ہودہ اور اللہ تعالٰی پر بہتان ہے کہ قابل توجہ ہی نہیں ہے۔

[۱] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ اول]؛ ضروریات دین کی حقیقت [کاوش نمبر ۵]" کا مطالعہ فرمائیں۔

**سوال نمبر۴:** کیا اسلامی حکومتی نظام کے بغیر مکمل اسلام پر عمل درآمد ممکن ہے؟

ہر انسان کی زندگی تین دائروں میں تقسیم ہے؛ انفرادی، باہمی اور اجتماعی زندگی۔ اور ہر حکومتی نظام اپنے ذیلی نظاموں کے ذریعے انہی تینوں دائروں سے مخاطب ہوتا ہے۔ عموماً ہر غیر اسلامی یا لا مذہب حکومتی نظام محدود حد تک اپنے باسیوں میں ان کے انفرادی اور باہمی معاملات میں آزادی کا علم بردار ہوتا ہے لیکن اِس رویے میں وہ کسی مخصوص تصور خیر کو دوسرے تصور خیر پر ترجیح نہیں دیتا اور سب کو مساوی حق کا درجہ دیتا ہے۔

قرآن بھی مندرجہ ذیل آیات[1] میں انہی تین دائروں کا ذکر کرتے ہو فقط اپنے بیان کردہ تصور خیر کو ہی واحد حق کے طور پر بیان کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں سے بھی صرف اُسی کا ہی متقاضی ہے اور نافرمانی کی صورت میں ان کو "الکافرون"؛ "الظالمون" اور "الفاسقون" کے القاب سے نوازتا ہے۔

**اجتماعی دائرہ؛**

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ [سورۃ المائدۃ؛ ۴۴] بیشک ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے اُسی کے مطابق انبیاء جو (خدا کے) فرمانبردار تھے **یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں** اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ کتاب خدا کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اُس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے) تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور **جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔**

**باہمی دائرہ؛**

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ [سورۃ المائدۃ؛ ۴۵] اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا **اسی طرح بدلہ ہے** لیکن جو شخص بدلہ معاف کردے وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا اور **جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔**

**انفرادی دائرہ؛**

وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [سورۃ المائدۃ؛ ۴۶، ۴۷] اور ان پیغمبروں کے بعد انہی کے قدموں پر ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے اور ان کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اِس سے پہلی کتاب (ہے) تصدیق کرتی ہے اور **پرہیزگاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے۔** اور اہل انجیل کو چاہیئے کہ جو احکام خدا نے اِس میں نازل فرمائے ہیں اُس کے مطابق حکم دیا کریں اور **جو خدا کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ نافرماں ہیں۔**

[1] **ان آیات کی مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ اول]؛ شریعت کی حقیقت [کاوش نمبر ۱۱]" کا مطالعہ فرمائیں۔**

ان میں سے کسی بھی دائرہ کی کُلّی یا جزوی طور پر غیر موجودگی قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کی تکمیل میں رکاوٹ ہے؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ [سورۃ البقرۃ؛۲۰۸] مومنو! اسلام میں **پورے پورے داخل ہو جاؤ** اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔

**سوال نمبر۵؛** کیا حکمرانوں کا اسلامی معاشروں میں غیر اسلامی قوانین کا نفاذ کفر حقیقی ہے یا کفر مجازی؟

اسلامی تاریخ اور بالخصوص دور حاضر میں اِس مسئلہ پر انتہائی تفصیلی کام مرتب کیا گیا ہے اور دونوں طرف کے دلائل میں اصل اختلاف صرف اِس بات پر ہے کہ کیا غیر اسلامی قوانین کے نفاذ سے مسلمان حکمران کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ورنہ جیسا کہ کسی بھی فلسفہ کو دین پر ترجیح دینا نواقض اسلام[۱] میں سے ہے تو چنانچہ غیر اسلامی قوانین کے نفاذ کے عمل کے کفر ہونے پر سب علمائے حق کا اجماع ہے؛ جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس سے اِس عمل کا کفر ہونا واضح ہوتا ہے۔

[۱] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ اول]؛ نواقض اسلام [کاوش نمبر ۱۲]" کا مطالعہ فرمائیں۔

اہل سنت کے فرقوں میں لفظی اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ کفر کے کئی مراتب بناتے ہیں جیسا کہ ایمان کے کئی مراتب ہیں۔ "کفر دون کفر" کی اصطلاح عام طور پر استعمال ہوتی ہے۔ دراصل یہ اختلاف اِس لیے رونما ہوا جب ایمان کی حقیقت بیان کرنے میں بعض نے کہا ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور اِس میں کمی بیشی ہوتی ہے؛ بعض نے اِس حقیقت کو تسلیم نہ کیا اگرچہ اِس بات پر ان سب کا اتفاق ہے کہ جس شخص کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے کافر کہا ہے ہم بھی اُس کو کافر کہیں گے۔ اِس لیے کہ یہ بات تو ممتنع ہے کہ اُس شخص کو **جو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا**؛ اُس کو اللہ اور اُس کا رسول ﷺ تو کافر کہتے ہیں لیکن ہم اُس کو کافر نہ کہیں البتہ ایمان کی مذکورہ تشریح کے مطابق اُس کا کفر عملی ہو گا اعتقادی نہیں۔ اور جس شخص نے ایمان کو صرف تصدیق قرار دیا ہے اور عمل کو ایمان کے مسمّی میں داخل نہیں کیا اور کفر کو جحود [انکار کرنا] کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ ایمان اور کفر میں کمی بیشی کا قائل نہیں ہے۔ اُس کے نزدیک یہ کفر مجازی ہے اِس لئے کہ کفر حقیقی تو وہ ہوتا ہے جو ملت اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ [شرح عقیدہ طحاویہ تالیف علامہ ابن ابی العز الحنفی ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل؛ صفحہ نمبر ۴۱۰]

اور جہاں تک اُس حاکم کا معاملہ ہے جو غیر اسلامی قوانین کے نفاذ کا مرتکب ہے؛ مندرجہ ذیل اقتباس جامع انداز میں اُس کو بیان کرتا ہے؛

کلام اللہ کے فیصلوں کے خلاف فیصلہ کرنا کبھی اُس کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دے گا اور کبھی صرف معصیت کا مرتکب ہو گا خواہ معصیت کبیرہ ہو یا صغیرہ اور کبھی کفر مجازی ہو گا اور کفر اصغر ہو گا۔ اگر کوئی شخص اِس اعتقاد کے ساتھ کتاب اللہ کے احکام کی مخالفت کرتا ہے کہ کتاب اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری نہیں، اِس میں اختیار ہے یا باوجود اِس بات کے کہ وہ یقین کے ساتھ اُس کو اللہ کا حکم سمجھتا ہے لیکن استخفاف [توہین، تذلیل، تحقیر، سبک سمجھنا یا کرنا] کے طور پر اُس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو **یہ کفر**

**بہت بڑا کفر ہے**۔ اور اگر اعتقاد تو یہ ہے کہ کلام اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے نیز وہ سمجھتا ہے کہ مخالفت کی صورت میں وہ عذاب خداوندی کا مستحق ہو گا تو اِس صورت میں کتاب و سنت سے اُس کا اعراض معصیت سمجھا جائے گا اور **اُس کے کفر کو کفر مجازی یا کفر اصغر سمجھا جائے گا**۔ اور اگر پوری کوشش کرنے کے باوجود اُس کی نظروں سے کتاب و سنت کا فیصلہ مخفی رہا اور اُس نے خطا کرتے ہوئے کتاب و سنت کے خلاف قدم اٹھایا تو **یہ انسان خطاکار ہے**؛ اُس کو کوشش کرنے کی بنا پر ثواب حاصل ہو گا اور اُس کی غلطی معاف ہو گی۔ [شرح عقیدہ طحاویہ تالیف علامہ ابن ابی العز الحنفی ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل ؛ صفحہ نمبر ۴۱۱]

اگر یہ مفروضہ بر حق ہے کہ مسلمان ممالک کے حکمران بڑے کفر کے مرتکب نہیں ہیں تو یقیناً یا تو وہ غیر اسلامی قوانین کا نفاذ شدید احساس ندامت کی حالت میں کرتے ہیں اور یہ احساس ندامت توبہ کے نعم البدل کے طور پر ان کے اِس نواقض اسلام کو گناہ کبیرہ میں بدل دیتا ہے؛ یا تیسری صورت میں پوری کوشش کے باوجود ان پر کتاب و سنت کا معاملہ مخفی رہ جاتا ہے۔

**سوال نمبر ۶:** کیا اسلامی معاشروں میں رہائش پذیر مسلمان اسلام حکومتی نظام کی اقامت [قائم کرنا] کے مکلف ہیں؟

اِس سوال کی تین صورتیں ہیں؛

**اول صورت**؛ عمومی طور پر اسلامی نظام موجود [یعنی عدالتی نظام کے ذریعے اجتماعی اور باہمی معاملات میں قرآن و سنت کی بالادستی] مگر حکمرانوں کا کفر مجازی کے نتیجہ میں غیر اسلامی قوانین کا نفاذ۔

اِس صورت کے ایک حصہ کا جواب تفصیلی طور پر سوال نمبر ۵ میں بیان کیا جا چکا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ غیر اسلامی قوانین کے نفاذ کا عمل بذات خود کفر ہے اگرچہ علمائے حق کے درمیان حکمران کا بڑا کفر قطعی اور یقینی نہ ہو۔ ایسی صورت میں مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں وہ حاکم اپنے کفر کی وجہ سے نہیں؛ اِس کُفریہ عمل کی وجہ سے مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری اور امامت سے معزول ہو جاتا ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اُس کو تبدیل کر دیں؛

عبادہ بن صامت ؓ نے کہا نبی ﷺ نے ہم لوگوں کو بلایا اور ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کی آپ ﷺ نے جن باتوں کی ہم سے بیعت لی وہ یہ تھیں، کہ ہم بیعت کرتے ہیں اِس بات پر ہم اپنی خوشی اور اپنے غم میں اور تنگدستی اور خوشحالی، اور اپنے اوپر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور حکومت کے لئے **حاکموں سے نزاع نہیں کریں گے لیکن اعلانیہ کفر پر**، جس پر اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔ [صحیح بخاری ۔ جلد سوم ۔ فتنوں کا بیان ۔ حدیث ۱۹۷۸]

**دوم صورت**؛ عمومی طور پر اسلامی نظام موجود [یعنی عدالتی نظام کے ذریعے اجتماعی اور باہمی معاملات میں قرآن و سنت کی بالادستی] مگر حکمرانوں کا کفر حقیقی کے نتیجہ میں غیر اسلامی قوانین کا نفاذ۔

یہ صورت اوپر بیان کی صورت سے آسان ہے کیونکہ ایسی صورت میں علماء کا اتفاق ہے کہ کافر مسلمانوں پر حکمران نہیں بن سکتا نہ کسی مسلمان عورت سے شادی کر سکتا ہے۔ اِسی لیے ابن المنذر کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کا فر کسی بھی حال میں مسلمان کا والی و حکمران نہیں بن سکتا۔ [احکام الذمہ لابن القیم: ۲/۴۱۴]

**تیسری صورت**؛ عمومی طور پر غیر اسلامی نظام موجود [یعنی عدالتی نظام کے ذریعے اجتماعی اور باہمی معاملات میں قرآن و سنت کے بجائے انسانوں کے بنائے ہو قوانین کی بالادستی]۔

یہ صورت اوپر بیان کی گئی دونوں صورتوں سے زیادہ خطرناک اور ضرر رساں ہے کیونکہ پہلی دونوں صورتوں کا وبال ان حکمرانوں کے علاوہ معاشرہ کے اُس محدود طبقے پر پڑتا ہے جو ان غیر اسلامی قوانین کے نفاذ کی زد میں آتے ہیں؛ مگر یہ تیسری صورت طاغوت[۱] کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اِس تیسری صورت کا وبال حاکم کے بفرض محال [ناممکن امر کو صحیح مان کے] مفتی اعظم ہونے کے باوجود معاشرہ کے ہر اُس شخص پر پڑتا ہے جو اِس نظام سے اختیاری یا غیر اختیاری طور پر رجوع کرتا ہے۔

[۱] طاغوت کی مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ اول]؛ طاغوت کی حقیقت [کاوش نمبر ۹]" کا مطالعہ فرمائیں۔

**سوال نمبر ۷؛** میں کس حکومتی نظام کی صورت کا شکار ہوں؟

جو شخص دین کی باریکیوں کے سمجھنے سے قاصر ہے تو ظاہر ہے کہ اُس کی مسؤلیت اُس شخص کی نسبت کہیں کم ہے جو نصوص کا تفصیلی علم رکھتا ہے اور فقہی باریکیوں کے سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے چنانچہ ان تینوں صورتوں کی مزید اور تفصیلی وضاحت تو قرآن کی مندرجہ بالا آیت کے مطابق ان علمائے حق کی ذمہ داری ہے جو انبیاء کے وارث ہونے کے علم بردار ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا [سورة النساء؛ ۵۹] مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر

کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔[اس آیت کی تفسیر میں جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہاں "اولی الامر" سے مراد علمائے حق ہیں نہ کہ دنیاوی حکمران]

علمائے حق کے کندھوں پر آج یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قلم و گفتار اور مساجد کے منبر سے واضح کریں کہ میری طرح کا ایک عام مسلمان اوپر بیان کی گئی صورتوں میں سے کس صورت کا شکار ہے اور قیامت والے دن کی رسوائی سے بچاؤ کے لیے اپنے انفرادی دائرہ سے باہر اُس کا کیا عملی کردار ہونا چاہیے۔

## علمائے حق سے چند اہم ترین سوالات؛؛؛؛؛

**سوال اول؟؟؟** اگر آج ہم صورتِ اول یا دوم کے شکار ہیں تو کیا انفرادی طور پر مندرجہ بالا رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا قرآن و حدیث پر مبنی علماء کے بیان کردہ اجماع پر عمل کریں یا وہ حدیث اور اجماع "اولو الامر" یعنی علمائے حق سے مخاطب ہے تاکہ تبدیلی حکمران فساد فی الارض کا باعث نہ بن جائے۔ **سوال دوم؟؟؟** اور اگر ہم تیسری صورت کے شکار ہیں جس میں معاشرہ کا ہر مسلمان بجائے کسی مفتی کے اپنے باہمی اور انفرادی معاملات اُس عدالتی نظام کی طرف لے جانے پر تکیہ کیے ہوئے ہے جس میں فوقیت قرآن و سنت کو حاصل نہیں ہے تو کہیں ہم اِس آیت کے مصداق [وہ شے جس پر کوئی مضمون صادق آئے] تو نہیں ہیں؛

-----يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ-----[سورة النساء؛ ٦٠] "وہ **طاغوت کے پاس** فیصلہ کروانے کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اُس کے ساتھ کفر کریں"۔

**سوال سوم؛؟؟؟** تو وہ کون سا عمومی مقام یا انتہائی مجبوری ہے جہاں **طاغوت پرستی** مجھ جیسے عام مسلمان کے لیے حلال ہو جاتی ہے؟

**سوال چہارم؛؟؟؟** اور کیا اِس نظام میں اپنے حق کو چھوڑ دینا افضل ہے یا اُس کے لیے اِس **عدالتی نظام** کا سہارا لینا افضل ہے؟

**سوال پنجم؛؟؟؟** اور کیا اِس **نظام کی تبدیلی** میرے جیسے ایک عام مسلمان پر فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے یا مستحب ہے یا مباح ہے؟۔

لا اله الا الله ؛ لا اله الا الله ؛ لا اله الا الله محمد رسول الله

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آلہٖ و صحبہٖ و بارك و سلم تسلیماً کثیرا کثیرا

والسلام و علیکم و رحمۃ الله

فرقان الدین احمد

furqanuddin@gmail.com

خصوصی نوٹ؛ معزز قاری انتہائی ادب سے آپ سے مندرجہ ذیل گزاراشات ہیں؛

۱۔ اگر آپ اس مضمون کے مندرجات سے متفق ہیں تو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب تک پہنچانے کا فریضہ ادا کریں تا کہ اس نازک مسئلہ میں لاعلمی کہیں ہمیں آخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل نہ کر دے۔

۲۔ اگر آپ اس مضمون کے مندرجات سے متفق نہیں ہیں تو راقم کی اصلاح فرمایئے اور اس مضمون میں موجود غلطیوں کی نشاندہی فرما کر راقم پر احسان عظیم فرمایئے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اللھم ارنا الحق حقاً و رزقنا اتباعا و ارنا الباطل باطلاً و رزقنا اجتنابا

**سوال نمبر۱:** کیا جمہوریت ایک حکومتی نظام ہے یا محض طریقہ انتخاب؟

ہر نظام کی بنیاد کوئی عقیدہ یا نظریہ ہوتا ہے[۱] جب کہ طریقہ انتخاب کی اِس نظام کے اندر حیثیت محض ایک آلہ کی سی ہوتی ہے۔ جمہوریت اگر ایک نظام ہے تو اِس کی بنیاد کوئی عقیدہ یا نظریہ ہونا چاہیے ورنہ ایک آلہ کی حیثیت سے وہ ہر نظام میں قابل استعمال ہونا چاہیے۔ جب کہ ہم تاریخ اور عصر حاضر کا مطالعہ کرتے ہیں تو اسلامی خلافت؛ کمیونزم؛ سوشلزم وغیرہ جو خود بھی ایک نظام ہونے کے دعوے دار ہیں ان میں طریقہ انتخاب کے لیے رائے شماری یا کثرت رائے سے انتخاب کی اصطلاحات کا استعمال تو نظر آتا ہے مگر جمہوریت کی اصطلاح کا ایک طریقہ انتخاب کے طور پر استعمال غیر موجود نظر آتا ہے۔ جب کہ اِس کے مقابل جمہوریت اکثریتی رائے کو قانون سازی کے واحد معیارِ حق کے طور پر ماننے کے نظریہ کا علم بردار ہونے کے بعد رائے شماری یا کثرت رائے سے انتخاب کو باقی دیگر نظاموں کی طرح محض اپنا ایک جز قرار دیتا ہے۔

اسلام میں جمہوریت تو نہیں مگر جمہور کی اصطلاح[۲] کا استعمال عوامی سطح پر معاشرہ میں جاری **عرف کو بیان کرنے** میں یا علمی سطح پر علماء کی اکثریت کا **ایک مسئلہ پر اتفاق** کرنے میں ہوتا ہے نہ کہ حکومتی نظام یا اُس کے کسی جز کے بیان کے طور پر۔

[۱] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو[حصہ دوم]؛ نظام کی حقیقت[کاوش نمبر۲]" کا مطالعہ فرمائیں۔

[۲] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو[حصہ دوم]؛ اصطلاحات کی حقیقت[کاوش نمبر۱]" کا مطالعہ فرمائیں۔

**سوال نمبر۲:** کیا جمہوری نظام کا ووٹ اور اسلامی نظام کی بیعت مترادف ہیں؟

اپنی حقیقت میں ووٹ تو بیعت کی عین ضد ہے کیونکہ اسلام میں حاکم کی بیعت کا مطلب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع، حاکم وقت کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ امور میں کُلّی اطاعت کا عہد؛ جبکہ ووٹ کا معنی عوام کی حکمرانی قبول کر

کے حاکم کا خود کو عوام کے نفس کے سپرد کر دینا ہے۔ دوسرے لفظوں میں بیعت عوام کی اطاعت کا مظہر ہوتی ہے جبکہ ووٹ ان کی حکمرانی کا۔

عصر حاضر کے علماء جو اِس جمہوری نظام کے کلی یا جزوی حق میں ہیں وہ بھی جمہوری نظام میں ووٹ کو شہادت یا وکالت کے مترادف ٹھہراتے ہیں نہ کہ اسلامی نظام میں رائج بیعت کے۔ اصل مسئلہ حکومتی نظام کی شرعی حیثیت ہے نہ کہ ووٹ کی شرعی حیثیت۔ ووٹ تو انفرادی سطح پر عوام کی کسی بھی نظام پر اعتبار اور شمولیت کا مظہر ہوتا ہے۔ تو اگر حکومتی نظام کی حیثیت طاغوت[۱][۲] کی ہے تو حفظِ دین کی مقاصدِ شریعت[۳] میں اولیت کی وجہ سے یہ محض اخف الضررین[کمتر برائی] کا مسئلہ نہیں بلکہ ایسے نظام میں ووٹ طاغوت پرستی[۲] کے اقرار کے مترادف ہو سکتا ہے۔

[۱] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ دوم]؛ نظام کی حقیقت [کاوش نمبر ۲]" کا مطالعہ فرمائیں۔

[۲] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ اول]؛ طاغوت کی حقیقت [کاوش نمبر ۹]" کا مطالعہ فرمائیں۔

[۳] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ اول]؛ شریعت کی حقیقت [کاوش نمبر ۱۱]" کا مطالعہ فرمائیں۔

**سوال نمبر ۳:** کیا جمہوری طرز حکومت اسلام کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں ہے؟

یہ وہ دعوٰی ہے جس کی بازگشت مختلف سطح پر اُس نظام کے حامی دینی و لا دینی اشخاص کے قول و تحریر میں بغیر کسی واضح دلیل کے سنائی دیتی رہتی ہے۔ جمہوریت کی بنیاد اکثریت ہے؛ قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کا مطالعہ اِس بنیاد کی نفی کرتا ہوا نظر آتا ہے اور قرآن میں بالعموم "ک ث ر" کا مادہ انسانوں کے ساتھ مذموم اور منفی معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل صرف چند آیات سے واضح ہوتا ہے؛

-----بَلْ **أَكْثَرُهُمْ** لَا يُؤْمِنُونَ [سورۃ البقرۃ؛ ۱۰۰] "-----حقیقت یہ ہے کہ ان میں **اکثر** بے ایمان ہیں"

-----وَلَٰكِنَّ **أَكْثَرَهُمْ** لَا يَعْلَمُونَ [سورۃ الانعام؛ ۳۷] "-----لیکن **اکثر** لوگ نہیں جانتے"

-----وَلَٰكِنَّ **أَكْثَرَهُمْ** يَجْهَلُونَ [سورۃ الانعام؛ ۱۱۱] "-----بات یہ ہے کہ یہ **اکثر** نادان ہیں"

وَإِن تُطِعْ **أَكْثَرَ** مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ----- [سورۃ الانعام؛ ۱۱۶] "اور **اکثر** لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہا مان لوگے تو وہ تمہیں خدا کا رستہ بھلا دیں گے-----"

-----وَلَا تَجِدُ **أَكْثَرَهُمْ** شَاكِرِينَ [سورۃ الاعراف؛ ۱۷] "-----تو ان میں **اکثر** کو شکر گزار نہیں پائے گا"۔

## اِس کے برعکس قرآن کی مندرجہ ذیل دو آیات جن میں مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں مشورہ کی اہمیت کا ذکر ہے؛

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ [سورۃ الشوریٰ؛ ۳۸] اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور اپنے کام **آپس کے مشورے** سے کرتے ہیں۔ اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

۔۔۔۔۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ [سورۃ آل عمران؛ ۱۵۹]

۔۔۔۔۔ توان کو معاف کردو اور ان کے لئے (خدا سے) مغفرت مانگو۔ اور اپنے کاموں میں **ان سے مشاورت** لیا کرو۔ اور جب (کسی کام کا) عزم مصمم کر لو تو خدا پر بھروسا رکھو۔ بے شک خدا بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

## ان آیات کے اور مندرجہ ذیل واقعات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ دین میں مشورہ کی حیثیت صرف اضافی ہے جبکہ جمہوریت میں رائے شماری کی حیثیت شرط کے طور پر ہے نہ کہ فقط اضافی۔

* رسول اللہ ﷺ کا غزوہ احد کے دن اکثریت کے اصرار کے باوجود فیصلہ بدلنے سے انکار۔ * خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا انتخاب جن میں سے کسی ایک کے انتخاب کا طریقہ بھی مروجہ جمہوریت کے انداز پر پورا نہیں اترتا۔ * حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اکثریتی فیصلہ کے باوجود معانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا فیصلہ۔ * حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اکثریتی رائے کے خلاف عراق کی مفتوح زمینوں کے متعلق فیصلہ۔ * حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خلافت چھوڑنے سے انکار وغیرہ۔

## اسلام میں طرز حکومت کی پسندیدگی کا واحد معیار مندرجہ ذیل حدیث میں انتہائی واضح ہے؛

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا اگر تم پر حبشی نکٹا غلام امیر مقرر کر دیا جائے تو اُس کی بات سنو اور مانو جب تک وہ **اللہ کی کتاب کے مطابق تمہاری قیادت کرے**۔ [سنن ابن ماجہ۔ جلد دوم۔ جہاد کا بیان۔ حدیث ۱۰۲۱]

**اگر جمہوریت سے مراد اسلام میں اہل حل وعقد [عوام کے نظم ونسق چلانے والے] کا باہم مشورہ اور اکثریتی رائے سے حاکم کا انتخاب ہے تو یہ عمل اسلام میں نہ صرف پسندیدہ بلکہ مطلوب ہے مگر اسلامی سیاست میں اِس عمل کو کبھی بھی جمہوریت کی اصطلاح سے مخاطب نہیں کیا گیا اور نہ ہی حکمرانی قائم ہونے کی شرط کے طور پر اِس کا ذکر ہے اور نہ ہی مروّجہ جمہوریت کے حامی اِس محدود آزادی کے علم بردار ہیں۔**

## **سوال نمبر۴:** کیا لبرل مغربی جمہوریت کو اسلامی جمہوریت بنایا جا سکتا ہے؟

اس سوال کا مکمل جواب مولانا سمیع اللہ سعدی کی تصنیف "اسلامی جمہوریت کا فلسفہ" سے انتہائی اختصار کے ساتھ ماخوذ ہے۔

جو قارئین اس مکمل تصنیف کے مطالعہ کے متقاضی ہیں وہ ماہنامہ الشریعہ کے دسمبر ۲۰۱۳ اور جنوری ۲۰۱۴ کے شمارے کا مطالعہ فرمائیں۔

لبرل مغربی جمہوریت کی اسلام کاری پر بحث کے لئے اِس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ لبرل مغربی جمہوریت کے بنیادی اصولوں اور اسلامی تعلیمات میں کتنا تضاد ہے اور کتنی ہم آہنگی؟ اگر جمہوریت کے سارے یا اکثر اصول اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں تو محض ایک یا دو چیزوں میں ترمیم کرنے سے لبرل جمہوریت اسلامی نہیں بن سکتی؛ کیونکہ یہ اصول ہے کہ اسلامی اور غیر اسلامی کا آمیزہ غیر اسلامی ہی کہلاتا ہے؛ اِسی کو علمی اصطلاح میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ کسی چیز کا اسلامی ہونا "موجبہ کلیہ" [تمام جز کا اثبات یا موجود ہونا] ہے، جبکہ غیر اسلامی ہونا "سالبہ جزئیہ" [کسی جز کا انکار یا غیر موجود ہونا] ہے۔

لبرل مغربی جمہوریت کے چند بنیادی خدوخال اور اصول مندرجہ ذیل ہیں؛

أ. عوام کی حاکمیت۔
ب. پارلیمنٹ کے لامحدود اختیارات۔
ت. آئین و دستور کی بالادستی اور تقدس۔
ث. بالغ رائے دہی کا تصور اور سیاسی مساوات۔
ج. کثرت رائے کا تصور۔
ح. سیاسی جماعتوں اور حزب اختلاف کا تصور۔
خ. مساوات اور آزادی۔
د. اختیارات کی تقسیم اور حکومت کی مدت۔

### أ. عوام کی حاکمیت۔

عوام کی کُلّی حاکمیت اور خود مختاری کا اصول اسلامی تعلیمات سے کُلّی طور پر متصادم ہے۔ اِس لئے مغربی جمہوریت کی اسلام کاری کرتے وقت عوام کی جزوی و کُلّی حاکمیت کے تصور کی بیخ کنی کرنی ہو گی اور ایسی ترمیم کرنی ہو گی کہ حکمران عوامی نمائندہ ہونے کی بجائے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا نمائندہ ہو اور عوامی خواہشات کی بجائے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا اور خوشی کو مدنظر رکھے۔

## ب.   پارلیمنٹ کے لامحدود اختیارات۔

یہ اصول بھی شریعت سے متصادم اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ اسلامی ریاست میں قانون سازی صرف مباحات اور انتظامی امور میں ہوتی ہے؛ مسائل منصوصہ اور متفق علیہا مسائل بلا ترمیم و تبدیلی کے لاگو ہوتے ہیں؛ البتہ مسائل اجتہادیہ میں اہل اجتہاد اور اسلامی امور کے ماہرین یعنی فقہا اور علماء حالات کے مطابق مخصوص حدود کے اندر رہتے ہوئے قانون سازی کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی جمہوریت میں پارلیمنٹ سے متعلق دو باتیں طے کرنی ہوں گی؛

- پارلیمنٹ کے اختیارات کے حدود و قیود طے کرنا؛
- پارلیمنٹ کے ممبر بننے کے لئے مخصوص شرائط لگانا؛

## ت.   آئین و دستور کی بالادستی اور تقدس۔

- آئین و دستور کی بالادستی اور تقدس کا اصول بھی شریعت کے منافی ہے؛ قرآن و حدیث کے مطابق ہر صورت میں بالادستی صرف اور صرف اللہ کی نازل کردہ شریعت اور دین اسلام کی ہے۔

## ث.   بالغ رائے دہی کا تصور اور سیاسی مساوات۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے انتخابِ امیر میں مشورہ ضروری ہے البتہ اسلامی سیاست پر لکھنے والے تقریباً تمام مفکرین کا اتفاق ہے کہ مشورہ ہر فرد سے لینے کی بجائے صرف اہل حل و عقد [عوام کے نظم و نسق چلانے والے] سے لیا جائے۔

جمہوریت کی اسلام کاری میں اِس اصول میں مندرجہ ذیل ترمیمات کرنی ہوں گی؛

- انتخاب امیر کا حق صرف اہل حل و عقد کو ہو گا؛ ملک کا ہر شخص اِس میں حصہ دار نہیں ہو گا۔
- اہل حل و عقد صرف مشورہ اور رائے کا فریضہ سرانجام دیں گے؛ اِس کام پر نہ تو ان کو معاوضہ دیا جائے گا اور نہ وہ اکثریت کے بل بوتے پر حکومت پر اثر انداز ہوں گے۔
- ایک مرتبہ جب اہل حل و عقد متعین ہو جائے تو مختلف عوامل کی بنیاد پر اِس میں کمی بیشی تو ہو گی، لیکن یہ اصول درست نہیں ہو گا کہ ایک مخصوص مدت تک تو وہ اہل حل و عقد ہوں، ان کی عقل و فہم مسلم ہو، پھر دوسری مدت میں ان کی عقل مندی کالعدم ہو جائے اور نئے اہل حل و عقد کی تلاش شروع ہو جائے۔

### ج. کثرت رائے کا تصور۔

لبرل جمہوریت کی اسلام کاری کرتے وقت اِس اصول میں یہ ترمیمات کرنی ہوں گی؛

- مسائل منصوصہ اور متفقہ مسائل میں کثرت رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔
- مسائل اجتہادیہ اور انتظامی امور میں کثرت رائے کا اعتبار کیا جائے گا؛ البتہ حالات اور دلائل کے اعتبار سے اقلیت کی رائے بھی اختیار کی جاسکے گی۔
- کثرت رائے کو ماننا قانوناً لازمی اور حتمی نہیں ہو گا۔

### ح. سیاسی جماعتوں اور حزب اختلاف کا تصور۔

اسلامی نکتہ نظر سے ایک اسلامی ریاست میں مختلف بنیادوں پر سیاسی جماعتیں بنانے مثلاً نسلی، علاقائی، لسانی، ثقافتی، اور نظریاتی اعتبارات سے سیاسی جماعتیں بنانا اسلامی تعلیمات اور مقاصد شریعت سے مختلف وجوہ سے ہم آہنگ نہیں ہے؛

- مسلمان بحیثیت امت ایک گروہ اور جماعت شمار ہوتے ہیں اور ان بنیادوں پر سیاسی جماعتیں بنانا اتحاد امت کو پارہ پارہ کر دیتی ہے، جبکہ امت کا اتحاد و اتفاق بر قرار رکھنا شریعت کے اعظم مقاصد میں سے ہے۔
- مختلف بنیادوں پر سیاسی جماعتوں کی وجہ سے عصبیت اور قومیت کے جذبات ابھرتے ہیں اور اسلام اِس عصبیت، رنگ و نسل کے اعتبار سے تفریق اور رنگ و نسل کی بنیاد پر گروہ بندی کا شدت کے ساتھ رد کرتا ہے۔
- سیاسی جماعتوں میں عام طور پر جذبہ رقابت کی بنیاد پر نفرت اور ایک دوسرے سے بغض و عناد ہوتا ہے۔
- ہر سیاسی جماعت کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طریقے سے اقتدار تک پہنچ جائے، تو بسا اوقات کچھ جماعتیں اِس مقصد کے حصول کی خاطر کفریہ طاقتوں اور عالمی استعمار کی آلہ کار بھی بن جاتی ہیں۔
- ہماری پوری اسلامی تاریخ اِس قسم کی سیاسی جماعتوں کے وجود سے خالی ہے اور اسلامی تاریخ اور اسلامی تہذیب بھی کسی چیز کے مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہونے یا نہ ہونے پر واضح قرینہ ہے۔

کیا اسلامی تعلیمات میں حزب اختلاف کا تصور ہے؟

- امیر اور خلیفہ کی اطاعت اور اسلامی ریاست میں انارکی نہ پھیلانا شریعت کے بڑے مقاصد میں سے ہے؛ جبکہ حزب اختلاف کا تصور ان مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے۔
- حزب اختلاف کی وجہ سے معاشرہ ہمیشہ اپنے حکمرانوں سے شاکی رہتا ہے اور پورے معاشرہ میں بے یقینی کی کیفیت سی رہتی ہے۔
- اسلام میں حزب اختلاف کا نعم البدل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صورت میں موجود ہے؛ اور سلطان جائر کے سامنے کلمہ حق کہنا شریعت کی رو سے افضل جہاد ہے۔

### خ. مساوات اور آزادی۔

جمہوریت کی اسلام کاری میں اِس اصول میں درج ذیل ترمیمات کرنی ہوں گی؛

- اسلام انسانوں کو مومن اور کافر دو بڑے گروہوں میں تقسیم کرتا ہے، اِس لیے جمہوریت کی اسلام کاری میں ریاست کی نظر میں تمام مذاہب برابر نہیں ہوں گے، بلکہ اسلامی اقدار کا فروغ اور غیر اسلامی تہذیب و ثقافت سے اسلامی معاشرے کو پاک کرنا ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہو گا۔
- دوسرے مذاہب والوں کو انفرادی طور پر تو اپنے مذہب پر عمل کی مکمل اجازت ہو گی؛ لیکن اپنے مذہب کی تشہیر، تبلیغ اور معاشرے میں اپنی ثقافت کی ترویج ممنوع ہو گی۔
- اسلام مرد و زن میں مساوات کے بجائے حفظ مراتب اور دائرہ کار کی تقسیم پر زور دیتا ہے اِس لیے اسلامی جمہوریت میں عورتوں کے لیے ایسے مناصب قطعاً ممنوع ہوں گے جو شریعت کی رو سے صرف مرد کے ساتھ خاص ہیں۔
- لبرل مغربی جمہوریت میں ملکی باشندے ہر فعل، قول، نظریہ اور رائے کے اظہار میں مکمل آزاد ہوتے ہیں؛ مکمل آزادی اسلامی تعلیمات سے کسی طرح سے بھی ہم آہنگ نہیں ہے۔

### د. اختیارات کی تقسیم اور حکومت کی مدت۔

اگر مقاصد شریعت کی روشنی میں حکومت کی مدت کے مسئلہ کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں؛

- جب ایک امیر اصولوں کے مطابق نظام حکومت چلا رہا ہو تو صرف مخصوص مدت کے گزرنے پر اُسے معزول کرنا محل نظر [نقطہ اختلاف] ہے۔
- حکومت کی مدت مقرر کرنے میں یہ مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ملک کہ سرکردہ افراد میں کسی نہ کسی حوالے سے حکومت کے اہل اشخاص کے درمیان اندرون خانہ رسہ کشی اور سرد جنگ جاری رہتی ہے۔

مولانا سمیع اللہ سعدی حفظہ اللہ کے اِس تفصیلی کام پر اللہ سبحان وتعالیٰ ان کو جزا عطا فرمائے مگر تعجب تو ان اہل حل وعقد اور قانون ساز اراکین پر ہو گا جو ان کی تجاویز پر عمل کرنے کی تکلیف بھی گوارا کریں اور پھر بھی اُس تبدیل شدہ اور اسلامی نظام کو جمہوریت کی اصطلاح کے تابع رکھنے پر اصرار کریں۔

**سوال نمبر ۵:** جمہوری نظام میں قانون سازی کا دائرہ شریعت کے پابند ہونے سے کیا مراد ہے؟

جمہوری نظام میں دائرہ شریعت کی پابند قانون سازی ایک مبہم اصطلاح ہے جس کے مندرجہ ذیل معنی ہوسکتے ہیں؛

- عوامی نمائندے عوامی رائے کی روشنی میں نصوص شریعہ کی تعبیر کریں گے۔
- عوام کی مرضی کے مطابق قانون سازی صرف ان معاملات میں کی جائے گی جہاں شریعت خاموش ہے۔ یہ اصول اِس مفروضے پر قائم ہے کہ اسلامی ریاست صرف قرآن وسنت کے خلاف فیصلہ "نہ" کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ جبکہ اصل معاملہ یہ کہ اسلامی ریاست ہر فیصلہ قرآن وسنت اور اسلامی علیت کی روشنی میں "کرنے" کی پابند ہوتی ہیں۔ کسی واضح نص کے نہ ہونے کا مطلب یہ کس اصول شریعہ سے نکل آیا کہ ان معاملات میں "عوامی خواہشات" کے مطابق فیصلے کیے جائیں گے؟۔

یہ تو اب اپنے اپنے جمہوری نظام میں قانون سازی کرنے والوں کا ہی کام ہے کہ وہ آئین میں اِس بات کی مکمل تشریح کریں کہ اِس مبہم اصطلاح سے کون سے معنی مراد ہیں۔ کم از کم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اسلامی آئین میں "دائرۂ شریعت کی پابند قانون سازی" سے کیا مراد ہے اِس کا اندازہ قارئین کو اِس کتابچہ کے آخری مضمون "آئین پاکستان کی حقیقت" سے بخوبی ہو جائے گا۔

لا الہ الا اللہ ؛ لا الہ الا اللہ ؛ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہٖ و صحبہٖ و بارك و سلم تسلیماً کثیرا کثیرا

والسلام و علیکم و رحمة اللہ

فرقان الدین احمد

furqanuddin@gmail.com

خصوصی نوٹ؛ معزز قاری انتہائی ادب سے آپ سے مندرجہ ذیل گزاراشات ہیں؛

ا۔ اگر آپ اس مضمون کے مندرجات سے متفق ہیں تو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب تک پہنچانے کا فریضہ ادا کریں تا کہ اس نازک مسئلہ میں لاعلمی کہیں ہمیں آخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل نہ کر دے۔

۲۔ اگر آپ اس مضمون کے مندرجات سے متفق نہیں ہیں تو راقم کی اصلاح فرمایئے اور اس مضمون میں موجود غلطیوں کی نشاندہی فرما کر راقم پر احسان عظیم فرمایئے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اللھم ارنا الحق حقاً و رزقنا اتباعا و ارنا الباطل باطلاً و رزقنا اجتنابا

اِس سے پہلے کہ تمام مضامین کا تعلق اور مقصد عمومی طور پر حکومتی نظاموں بالخصوص لبرل مغربی جمہوریت اور اِس کے متعلق اسلامی نقطہ نظر کا بیان تھا؛ یہ مضمون خالصتاً پاکستان میں نافذ اسلامی جمہوریت کے فقط ایک جز "اسلامی آئین" کے متعلق ہے کیونکہ مذہبی جماعتوں ہی کی بات نہیں لادین جماعتیں بھی تو اِسی آئین کی حکمرانی چاہتے ہیں؛ یہاں مقبول عام مطالبہ یہی تو رہا ہے کہ آئین کو اُس کی اصل "روح" کے ساتھ نافذ کر دیا جائے؛ مگر یہ "روح" ایک غیر مرئی چیز ہے جو نظر آئے بھی تو ہر کسی کو دوسرے سے مختلف نظر آتی ہے۔ آئین کی اِس "روح" پر بھلا کب اتفاق ہو گا؟ اِس آئین کی یہی تو خوبی ہے کہ ہر آدمی اُسے جیسا دیکھنا چاہتا ہے یہ اُسے ویسا ہی نظر آتا ہے۔

## سوال نمبر ۱: کیا قرار داد مقاصد کی پاکستان کے آئین میں موجودگی آئین کے اسلامی ہونے کے لیے کافی ہے؟

سوال یہ نہیں ہے کہ آئین کی قرارداد مقاصد میں اللہ کے لئے "حاکم اعلیٰ" کا لفظ بولا جاتا ہے یا اس کے ننانوے ناموں میں سے کس کس نام کا ورد کیا جاتا ہے؟ سوال بہت واضح اور مختصر ہے "**یہاں اللہ کی چلتی ہے یا کسی اور کی؟**"

دین کے احکام پر عمل کی نیت چونکہ ایمان[۱] میں شامل ہے اور اِس نیت کی موجودگی اور غیر موجودگی کا انحصار فقط انسان کے قول پر ہے؛ اِسی نظریہ کے تحت ہم پاکستان کے اسلامی آئین کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا دین پر عمل کی نیت تحریری طور پر قرارداد مقاصد میں اللہ کے لئے "حاکم اعلیٰ" کے اقرار کے ساتھ موجود ہے یا نہیں۔ اگر تحریری طور پر "حاکم اعلیٰ" کے اقرار کے ساتھ عمل کی نیت بھی موجود ہے تو کم از کم نظریاتی طور پر تو ملک میں رائج حکومتی نظام کو اسلامی جمہوری نظام کہلانے کا حق ثابت ہو جائے گا۔

[۱] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ اول]؛ ایمان کی حقیقت [کاوش نمبر ۴]" کا مطالعہ فرمائیں۔

## سوال نمبر ۲: کیا پاکستان کے "اسلامی آئین" میں لبرل مغربی جمہوریت[۱] کے کچھ خصائص موجود ہیں؟

[۱] مزید تفصیل کے لیے "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو [حصہ دوم]؛ جمہوریت کی حقیقت [کاوش نمبر ۳]" کا مطالعہ فرمائیں۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا کہ کسی چیز کا اسلامی ہونا "موجبہ کلیہ" [تمام جز کا اثبات یا موجود ہونا] ہے، جبکہ غیر اسلامی ہونا "سالبہ جزئیہ" [کسی جز کا انکار یا غیر موجود ہونا] ہے تو اِس سوال کے جواب میں کوئی ایک مماثلت بھی اکتفا کر جاتی مگر بات کو واضح کرنے کے لیے مندرجہ ذیل چند مماثلتیں پیش کی جارہی ہیں۔

- لبرل مغربی جمہوریت کے اصول "مساوات اور آزادی" سے ہم آہنگ؛

جس میں قرار واقعی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی سے اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور **اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں**۔
[آئین پاکستان؛ تمہید؛ صفحہ نمبر ۱]

ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اُس پر عمل کرنے اور **اُس کی تبلیغ کرنے کا حق ہو گا**؛ اور۔۔۔[آئین پاکستان؛ حصہ دوئم؛ بنیادی حقوق اور حکمت عملی کے اصول؛ باب۔ ۱۔ بنیادی حقوق؛ ۲۰۔ الف؛ صفحہ نمبر ۱۲]

- لبرل مغربی جمہوریت کے اصول "آئین و دستور کی بالا دستی اور تقدس" سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے قرآن و سنت کی قید سے آزاد دستور کی غیر مشروط اطاعت کا تقاضا۔

**دستور اور قانون کی اطاعت** ہر شہری خواہ وہ کہیں بھی ہو اور ہر اُس شخص کی جو فی الوقت پاکستان میں ہو واجب تعمیل ذمہ داری ہے۔[آئین پاکستان؛ حصہ اول، ابتدائیہ؛ ۵۔ ۲؛ صفحہ نمبر ۴]

- لبرل مغربی جمہوریت کے اصول "آئین و دستور کی بالا دستی اور تقدس" سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے قرآن و سنت کی قید سے آزاد دستور کی غیر مشروط اطاعت اور اُس کے تحفظ اور دفاع کا عہد۔

عہدہ سنبھالنے سے قبل، چیف جسٹس پاکستان، صدر کے سامنے، اور عدالت عظمیٰ کا کوئی دوسرا جج چیف جسٹس کے سامنے، اُس عبارت میں حلف اٹھائے گا جو جدول سوم میں درج کی گئی ہے۔[آئین پاکستان؛ حصہ ہفتم؛ نظام عدالت؛ باب ۲؛ پاکستان کی عدالت عظمیٰ؛ ۱۷۸؛ صفحہ نمبر ۱۰۵]

جدول سوم۔ حلف کی عبارت

۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ بحیثیت چیف جسٹس پاکستان میں اپنے فرائض و کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے **دستور اور قانون کے مطابق** انجام دوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور **اُس کا تحفظ اور دفاع کروں گا**

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

- لبرل مغربی جمہوریت کے اصول " آئین و دستور کی بالا دستی اور تقدس " سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے قرآن و سنت کی قید سے آزاد دستور کا غیر مشروط تحفظ اور دفاع کا عہد۔

صدر ؛ وزیر اعظم؛ وفاقی وزیر یا وزیر مملکت؛ قومی اسمبلی کا اسپیکر یا سینٹ کا چیئرمین ؛ قومی اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر یا سینٹ کا ڈپٹی چیئرمین ؛ قومی اسمبلی کا رکن یا سینٹ کا رکن ؛ صوبے کا گورنر ؛ وزیر اعلیٰ یا صوبائی وزیر ؛ کسی صوبائی اسمبلی کا اسپیکر ؛ کسی صوبائی اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر ؛ کسی صوبائی اسمبلی کا رکن ؛ وفاقی شرعی عدالت کا چیف جسٹس یا جج کے حلف میں موجود ایک عبارت۔

جدول سوم۔ حلف کی عبارت

---------میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور **اُس کا تحفظ اور دفاع** کروں گا---------

**دستور کے حامی حضرات اِس مرحلہ پر یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ چونکہ پاکستان کا دستور اسلامی ہے تو اُس پر مزید قرآن وسنت کی تحریری قید اضافی اور غیر ضروری ہے۔ یہ اعتراض صرف اُس صورت میں بجا ہوتا اگر [نعوذ باللہ من ذالك] پاکستان کا اسلامی دستور اپنے مضامین اور مفاہیم و محاسن [مطالب اور خوبیاں] میں قرآن وسنت سے زیادہ جامع اور اکمل ہوتا جبکہ محض یہ سوچ بھی کفر ہے۔**

لبرل مغربی جمہوریت کے اصول "پارلیمنٹ کے لامحدود اختیارات" سے ہم آہنگ؛ تابوت میں ایک نہیں دو آخری دو کیل؛

دستور میں کسی ترمیم پر کسی عدالت میں کسی بناء پر چاہے جو کچھ ہو **کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا**۔[آئین پاکستان؛ حصہ یاز دہم؛دستور کی ترمیم؛ ۲۳۹۔۵؛صفحہ نمبر ۱۵۸]

ازالہ شک کے لئے، بذریعہ ہذا قرار دیا جاتا ہے کہ دستور کے احکام میں سے کسی ترمیم کرنے کے مجلس شوریٰ [پارلیمنٹ] کے اختیار پر **کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے**۔[آئین پاکستان؛حصہ یاز دہم؛دستور کی ترمیم؛۲۳۹۔۶؛صفحہ نمبر ۱۵۸]

**سوال نمبر۳:** کیاوفاقی شرعی عدالت آئین یاقوانین میں غیر اسلامی شقوں کے خاتمے کے لیے مؤثر ادارہ نہیں ہے؟

وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار قانون سازی نہیں بلکہ آئین اور قانون میں موجود شقوں کے اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کے متعلق فیصلہ کرنا ہے تو اِس سوال کے جواب سے قارئین کو اِس اسلامی آئین کا دین کے احکامات پر عمل کرنے کی نیت کا احساس شروع ہوگا؛ جس کے شروع میں ہی علی اعلان تحریر کر دیا گیا کہ ہم دین کی کچھ باتوں کو مانیں گے اور کچھ کو نہیں۔

"قانون" میں کوکوئی رسم ورواج شامل ہے جو قانون کا اثر رکھتا ہو **مگر اِس میں** دستور، مسلم شخصی قانون، کسی عدالت یا ٹریبیونل کے ضابطہ کار سے متعلق کوئی قانون یا، اِس بات کے آغاز نفاذ سے [دس] سال کی مدت گزرنے تک، کوئی مالی قانون یا محصولات یا فیسوں کے عائد کرنے اور جمع کرنے یا بنکاری یا بیمہ کے عمل اور طریقہ سے متعلق کوئی قانون **شامل نہیں ہے**؛اور۔۔۔۔۔۔[آئین پاکستان؛ حصہ ہفتم؛ نظام عدالت؛ باب ۳ الف؛ وفاقی شرعی عدالت؛ ۲۰۳ ب۔ج؛ صفحہ نمبر ۱۱۹]

اوپر درج کی گئیں محرمات کے بعد اگر کوئی قانون یا قانون کا حکم وفاقی شرعی عدالت خدانخواستہ اسلام کے منافی قرار دے ہی دے تو یہ واحد عدالت ہے جس کو اُس رائے کی وجہ؛ اُس رائے کی حد اور اُس تاریخ کو بھی واضح کرنا جس پر وہ فیصلہ مؤثر ہو سکے گا لازم ہے۔ عدالت عظمی اور عدالت ہائے عالیہ چونکہ قرآن و سنت کے بجائے پاکستان کے "اسلامی آئین" کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند ہیں تو وہ اپنے فیصلوں میں اِس قسم کی بندشوں سے پاک ہیں۔

اگر عدالت فیصلہ کرے کہ کوئی قانون یا قانون کا حکم اسلامی احکام کی منافی ہے تو وہ اپنے فیصلے میں حسب ذیل بیان کرے گی:۔

[الف] اُس کے مذکورہ رائے قائم کرنے کی وجوہ؛ اور

[ب] وہ حد جس تک وہ قانون یا حکم بایں طور پر منافی ہے؛

اور اُس تاریخ کی صراحت کریگی جس پر وہ فیصلہ مؤثر ہوگا:

مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کوئی فیصلہ، **اِس میعاد کے گزرنے سے پہلے** جس کے اندر عدالت عظمیٰ میں اُس کیخلاف اپیل داخل ہو سکتی ہو یا جبکہ اپیل بایں طور پر داخل کر دی گئی ہو تو اُس **اپیل کے فیصلہ سے پہلے مؤثر نہیں ہوگا**۔[آئین پاکستان؛ حصہ ہفتم؛ نظام عدالت؛ باب ۳ الف؛ وفاقی شرعی عدالت؛ ۲۰۳ د۔۲؛ صفحہ نمبر ۱۲۲]

اب اگر کوئی قانون یا قانون کا حکم خالصتاً اپنی بدبختی کی وجہ سے اوپر والی شق کے مطابق پھر بھی اسلام کے منافی قرار پا ہی گیا؛ تو اِسی عدالت کا ایک اور طُرّہ امتیاز ہے کہ وہ اِس بات کو بھی یقینی بنائے کہ اللہ اور اُس کا رسول ﷺ خوش ہوں یا نہ ہوں؛ مذکورہ کاروائی میں ملوث فریق اُس کے فیصلہ سے ضرور خوش ہو کر لوٹیں ورنہ اُس کے فیصلہ کو سرد خانہ کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔[انا للہ وانا الیہ راجعون]

آرٹیکل ۲۰۳د کے تحت عدالت کے سامنے کسی کاروائی کا کوئی فریق جو مذکورہ کاروائی میں **عدالت کے قطعی فیصلہ سے ناراض ہو**، مذکورہ فیصلے سے **ساٹھ یوم** کے اندر عدالت عظمیٰ میں اپیل داخل کر سکے گا۔

[مگر شرط یہ کہ وفاق یا کسی صوبے کی طرف سے اپیل مذکورہ فیصلے سے **چھ ماہ** کے اندر داخل کی جاسکے گی۔]۔[آئین پاکستان؛حصہ ہفتم؛نظام عدالت؛باب ۳الف؛وفاقی شرعی عدالت؛۲۰۳و۔۱؛صفحہ نمبر ۱۲۵]

اور آخر میں اِس بات کو یقینی رکھا کہ وفاقی شرعی عدالت اپنے ہر فیصلہ میں دستور کی سربلندی کی علم بردار عدالت عظمیٰ کے تابع ہی رہے تا کہ کہیں اُس کی اسلام کی تعبیر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے "اسلامی آئین" کی حدود سے باہر نہ نکل جائے۔

اِس آرٹیکل کے تابع، عدالت عظمیٰ کو کسی عدالت عالیہ کے صادر کردہ فیصلوں، ڈگریوں، حتمی سزاؤں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کرنے اور ان پر فیصلہ صادر کرنے کا اختیار ہو گا۔[آئین پاکستان؛حصہ ہفتم؛نظام عدالت؛باب ۲؛پاکستان کی عدالت عظمیٰ؛۱۸۵۔۱؛صفحہ نمبر ۱۰۷]

**سوال نمبر ۴:** کیا اسلامی احکام کا نفاذ آئین کے حصہ نہم کے مطابق حکومت کی آئینی ذمہ داری نہیں ہے؟

یہ سوال اُس معمہ کا دوسرا حصہ ہے جس کے پہلے حصہ کا جواب قارئین سوال نمبر تین کے جواب میں مطالعہ کر چکے اور اِس سوال کے جواب میں قارئین کو اِس اسلامی آئین کی دین کے احکامات پر عمل کی نیت کا مکمل احساس ہو جانا چاہیے؛

**تمام موجودہ قوانین** کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔۔۔۔[آئین پاکستان؛ حصہ نہم؛ اسلامی احکام؛۲۲۷۔۱؛ صفحہ نمبر ۱۴۵]

مندرجہ بالا شق وہ مشہور زمانہ شق ہے جو قرارداد مقاصد کے ساتھ پیش کر کے اِس آئین کے اسلامی ہونے کے ڈھنڈورا پیٹنے میں ہر سطح پر استعمال ہوتی ہے۔جب کہ اِس شق کی پہلی بیڑی اُسی صفحہ پر اُس کے نیچے تحریر ہے۔

شق [۱] کے احکام کو **صرف اُس طریقہ** کے مطابق نافذ کیا جائے گا جو اِس حصہ میں منضبط ہے۔ [آئین پاکستان؛ حصہ نہم؛ اسلامی احکام؛۲۲۷۔۲؛ صفحہ نمبر ۱۴۵]

یہ تمام طریقے چونکہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعے نافذ عمل ہوں گے تو چلیں مطالعہ کرتے ہیں کہ وہ کون کون سے "عملی" طریقے ہیں جو اِس باب کی شق [۱] کے نفاذ کے لیے اِس باب میں منضبط کیے گئے ہیں۔

## پہلا طریقہ؛

صدر یا کسی صوبے کا گورنر، **اگر چاہے** یا اگر کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کی کل رکنیت کا دو بٹا پانچ حصہ **یہ مطالبہ کرے** تو کسی سوال پر اسلامی کونسل سے **مشورہ کیا جائے گا** کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلام کے احکام کے منافی ہے یا نہیں۔[آئین پاکستان؛حصہ نہم؛اسلامی احکام؛۲۲۹؛صفحہ نمبر ۱۴۶]

## دوسرا طریقہ؛

ایسی تدابیر کی جن سے نافذ العمل قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا نیز ان مراحل کی جن سے گزر کر محولہ تدابیر کا نفاذ عمل میں لانا چاہیے **سفارش کرنا**۔[آئین پاکستان؛حصہ نہم؛اسلامی احکام؛۲۳۰۔۱؛ج؛صفحہ نمبر ۱۴۷]

## تیسرا طریقہ؛

مجلس شوریٰ اور صوبائی اسمبلیوں کی **رہنمائی کے لئے** اسلام کے ایسے احکام کی ایک موزوں شکل میں تدوین کرنا جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جاسکے۔[آئین پاکستان؛حصہ نہم؛اسلامی احکام؛۲۳۰۔۱؛د؛صفحہ نمبر ۱۴۷]

اگر چہ یہ تینوں طریقے اپنی افادیت اور اثر انگیزی کے حساب سے انتہائی کمزور اور بودے تھے مگر سونے پر سہاگہ اِسی اسلامی احکام کے باب میں مندرجہ ذیل شق بھی شامل ہے؛

جب کوئی ایوان، کوئی صوبائی اسمبلی، صدر یا گورنر، جیسی بھی صورت ہو، یہ خیال کرے کہ مفاد عامہ کی خاطر اُس مجوزہ قانون کا وضع کرنا جس کے بارے میں سوال اٹھایا گیا تھا **مشورہ حاصل ہونے تک ملتوی نہ کیا** جائے، تو اِس صورت میں مذکورہ قانون مشورہ مہیا ہونے سے قبل وضع کیا جاسکے گا؛

مگر شرط یہ ہے کی جب کوئی قانون اسلامی کونسل کے پاس مشورے کے لئے بھیجا جائے اور کونسل یہ مشورہ دے کہ **قانون اسلامی احکام کے منافی ہے** تو ایوان، یا جیسی بھی صورت ہو، صوبائی اسمبلی، صدر یا گورنر اُس طرح **وضع کردہ قانون پر دوبارہ غور کرے گا**۔[آئین پاکستان؛حصہ نہم؛اسلامی احکام؛۲۳۰۔۳؛صفحہ نمبر ۱۴۷]

اِس باب کی تمام شقوں کے مطالعہ سے احساس ہوتا ہے کہ [افسوس صد افسوس] قانون وضع کرنے کے لیے تو مفاد عامہ کا جواز بھی بہت ہے مگر اِس کے کالعدم ہونے کے لیے قرآن و حدیث کے دلائل کو یہ حیثیت بھی حاصل نہیں ہے۔ شق [۱] کو عملی شکل میں لانے کا عمل تو اِس باب میں مشورہ؛ سفارش؛ رہنمائی سے آگے بڑھتا ہی نہیں ہے اور اسلام پسندوں کی اِس محنت کا نتیجہ بھی محض اُس غیر اسلامی وضع کردہ قانون پر غور کرنے کے ایک غیر مرئی وعدہ کی صورت میں ہے۔[انا للہ وانا الیہ راجعون]

اِس موضوع کے خاتمہ سے پہلے مندرجہ ذیل دوشقوں کا مطالعہ ان لوگوں کے لیے کافی ہو گا جو اگر اب بھی کسی ذہنی مخمصہ کا شکار ہیں؛ یہ دونوں شقیں ان غیر اسلامی آئینی شقوں اور قوانین کو دوام بخشنے کی لیے پاکستان کے اسلامی آئین میں بدرجہ اتم موجود ہیں؛

شق[۱] کے تحت صادر شدہ کوئی فرمان بغیر کسی غیر ضروری تاخیر کے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کیا جائے گا، اور **اُس وقت تک نافذ العمل رہے گا** جب تک کہ ہر ایوان اُسے نامنظور کرنے کی قرارداد منظور نہیں کر تا یا دونوں ایوانوں میں اختلاف کی صورت میں اُس وقت تک جب تک ایسی قرارداد مشترکہ اجلاس میں منظور نہ ہو جائے۔[آئین پاکستان؛ حصہ دوازدہم؛ متفرقات؛ باب ۷؛ عبوری؛ ۲۶۷۔۲؛ صفحہ نمبر ۱۷۷]

بجز جیسا کہ اِس آرٹیکل میں قرار دیا گیا ہے، تمام موجودہ قوانین، اِس دستور کے تابع، جس حد تک قابل اطلاق ہوں اور ضروری تطبیق کے ساتھ اُس وقت تک **بدستور نافذ رہیں گے** جب تک متعلقہ مقنّنہ [**قانون ساز اسمبلی**] انہیں تبدیل یا منسوخ نہ کر دی یا ان میں ترمیم نہ کرے۔[آئین پاکستان؛ حصہ دوازدہم؛ متفرقات؛ باب ۷؛ عبوری؛ ۲۶۸۔۱؛ صفحہ نمبر ۱۷۸]

اِس سارے تجزیہ سے ایک بات تو واضح ہوتی ہے کہ اِس نظام کے وظیفہ خواروں نے تو اِس منافقانہ نظام کے تحفظ کے لیے ہر قسم کی پیش بندی کی ہوئی ہے مگر ہمارے دینی طبقہ نے کیوں اپنا وزن اِس نظام کے پلڑے میں رکھا ہوا ہے یہ بات ایک معمہ سے کم نہیں ہے۔ اسی دینی طبقہ کی وجہ سے یہ دجل سے بھرپور نظام ہماری اکثریت کی نظروں میں اسلامی کہلاتا ہے۔ تو کیا ہمارا دینی طبقہ اِس نظام کے دوام میں دانستہ یا نادانستہ طور پر شریک عمل نہیں ہے اور روز محشر اِس کا جوابدہ نہیں ہے؟

لا الہ الا اللہ؛ لا الہ الا اللہ؛ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آلہٖ و صحبہٖ و بارك و سلم تسلیماً کثیرا کثیرا

والسلام و علیکم و رحمۃ اللہ

فرقان الدین احمد

furqanuddin@gmail.com

خصوصی نوٹ؛ معزز قاری انتہائی ادب سے آپ سے مندرجہ ذیل گزارشات ہیں؛

۱۔ اگر آپ اس مضمون کے مندرجات سے متفق ہیں تو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب تک پہنچانے کا فریضہ ادا کریں تاکہ اس نازک مسئلہ میں لاعلمی کہیں ہمیں آخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل نہ کر دے۔

۲۔ اگر آپ اس مضمون کے مندرجات سے متفق نہیں ہیں تو راقم کی اصلاح فرمایئے اور اس مضمون میں موجود غلطیوں کی نشاندہی فرما کر راقم پر احسان عظیم فرمایئے۔